اکتوبر ۱۹۹۷ء

ماہنامہ

میثاق

لاہور

مدیر مسئول

ڈاکٹر اسرار احمد

○ عہد حاضر میں اجتہاد کا طریق کار

اجتہاد کے موضوع پر امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے
فکر انگیز خطاب کا آخری اور اہم ترین حصہ

چھ روزہ مشاورتی و تربیتی اجتماع

برائے ملتزم رفقاء

ان شاء اللہ العزیز

تنظیم اسلامی پاکستان کے تمام ملتزم رفقاء کا ایک چھ روزہ مشاورتی و تربیتی اجتماع

26 اکتوبر تا یکم نومبر 97ء قرآن کالج آڈیٹوریم

191۔ اتاترک بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور میں منعقد ہو گا۔

- پہلی نشست کا آغاز 26 اکتوبر بروز اتوار بعد نماز عصر ہو گا اور اجتماع کا اختتام یکم نومبر بروز ہفتہ بعد نماز ظہر ہو گا۔
- تمام ملتزم رفقاء کے لئے اس اجتماع میں ہمہ وقتی شرکت اور قیام لازم ہو گا۔ قیام و طعام کا انتظام قرآن اکیڈمی / قرآن کالج لاہور میں ہو گا۔
- رفقاء کے لئے ضروری ہو گا کہ وہ 26 اکتوبر اتوار کو بعد نماز ظہر تک قرآن اکیڈمی لاہور میں قائم استقبالیہ کیمپ میں پہنچ جائیں تاکہ وہ رہائش گاہ میں اپنا سامان رکھ کر اجلاس کی پہلی نشست میں بروقت شریک ہو سکیں۔
- رفقاء اپنے ہمراہ موسم کے مطابق بستر ضرور لائیں۔ واضح رہے کہ اواخر اکتوبر میں لاہور میں رات کے وقت قدرے خنکی ہو جاتی ہے۔

المعلن: عبدالرزاق، ناظم اعلیٰ، تنظیم اسلامی پاکستان

وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا (القرآن)

ترجمہ: اور اپنے اوپر اللہ کے فضل کو اور اس کے اُس میثاق کو یاد رکھو جو اُس نے تم سے لیا جبکہ تم نے اقرار کیا کہ ہم نے مانا اور اطاعت کی

ماہنامہ میثاق لاہور

مدیر مسئول
ڈاکٹر اسرار احمد

جلد :	۴۶
شمارہ :	۱۰
جمادی الاخریٰ	۱۴۱۸ھ
اکتوبر	۱۹۹۷ء
فی شمارہ	-/۱۰
سالانہ زرتعاون	-/۱۰۰

37/16/36

لائبریری
قرآن اکیڈمی

سالانہ زرتعاون برائے بیرونی ممالک

- امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ — 22 ڈالر (800 روپے)
- سعودی عرب، کویت، بحرین، قطر، عرب امارات، بھارت، بنگلہ دیش، افریقہ، ایشیا، یورپ، جاپان — 17 ڈالر (600 روپے)
- ایران، ترکی، اومان، مسقط، عراق، الجزائر، مصر — 10 ڈالر (400 روپے)

ترسیل زر: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

ادارۂ تحریر

شیخ جمیل الرحمٰن
حافظ عاکف سعید
حافظ خالد محمود خضر

مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور رجسٹرڈ

مقام اشاعت : 36۔کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور 54700۔فون : 03-02-5869501

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی : 67۔گڑھی شاہو، علامہ اقبال روڈ، لاہور، فون : 6305110

پبلشر : ناظم مکتبہ مرکزی انجمن، طابع : رشید احمد چودھری، مطبع : مکتبہ جدید پریس (پرائیویٹ) لمیٹڈ

مشمولات

☆ **عرض احوال** ________ ۳

حافظ عاکف سعید

☆ **خطبات جمعہ** ________ ۵

امیر تنظیم اسلامی کے خطابات جمعہ کے پریس ریلیز

☆ **تذکرہ و تبصرہ** ________ ۹

عہد حاضر میں اجتہاد کا طریق کار

ڈاکٹر اسرار احمد

☆ **امت مسلمہ کی عمر** ________ ۲۹

اور مستقبل قریب میں مہدی ؑ کے ظہور کا امکان (۵)

مترجم : پروفیسر خورشید عالم

☆ **تنظیم اسلامی کی دعوت** ________ ۴۵

ڈاکٹر محمد طاہر خاکوانی

☆ **فکر عجم** (۴) ________ ۶۰

آنحضور ﷺ اور سلطنت فارس

ڈاکٹر ابو معاذ

☆ **شب و روز** ________ ۶۹

جنوں میں جتنی بھی گزری بکار گزری ہے

امیر تنظیم اسلامی کی دعوتی سرگرمیوں اور مصروفیات کی اجمالی رپورٹ

☆ **خطوط و نکات** ________ ۷۷

○ ایک وضاحت — ایک گزارش　　نعیم الحسن

○ یہ "قدر" اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے!　　عبدالقسیم خان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض احوال

تنظیم اسلامی کی مرکزی مجلس مشاورت کا دو روزہ اجلاس ۱۴‘۱۵ ستمبر کو اور مرکزی عاملہ کا اجلاس ۱۷ ستمبر کو امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ اس موقع پر ملکی اور بین الاقوامی حالات کے حوالے سے جو قراردادیں اتفاق رائے سے منظور کی گئیں‘ ان کے ذریعے چونکہ ان امور کے ضمن میں تنظیم اسلامی اور اس کے امیر کے نقطہ نظر اور موقف کا احاطہ نہایت جامعیت کے ساتھ ہوتا ہے لہٰذا قارئین کی دلچسپی کے پیش نظر سطور ذیل میں انہیں شائع کیا جا رہا ہے۔

(۱) ایک قرارداد کے ذریعے اس امر پر انتہائی افسوس کا اظہار کیا گیا کہ چھ ماہ گزرنے کے باوجود مسلم لیگ کی حکومت دستور پاکستان میں موجود تضادات کو رفع کرنے اور غیر اسلامی دفعات کو دستور سے خارج کرنے کے سلسلے میں کسی قسم کی کوئی پیش رفت نہ کر سکی۔ خصوصاً سودی معیشت کے خاتمے کے سلسلے میں بلند بانگ دعووں کے باوجود ہنوز کوئی عملی قدم نہیں اٹھایا گیا۔

(۲) ایک قرارداد کے ذریعے تنظیم اسلامی نے شمالی افغانستان میں طالبان کی تازہ ترین کامیابیوں پر اطمینان کا اظہار کیا اور طالبان مخالف اتحادی فوجوں کو جنگ کے بجائے مذاکرات کی راہ اختیار کرنے کا مشورہ دیا تاکہ افغانستان میں مکمل طور پر امن و امان قائم ہونے کی راہ ہموار ہو سکے۔

(۳) تنظیم اسلامی نے ایک قرارداد کے ذریعے افغانستان میں ایران کے رول کو اتحاد ملی اور علاقائی مفاد کے اعتبار سے نامناسب قرار دیتے ہوئے حکومت ایران سے مطالبہ کیا کہ وہ افغانستان میں طالبان کی حکومت کو تسلیم کرے اور اسے غیر مستحکم کرنے کی کوششیں ترک کر دے۔

(۴) ایک قرارداد کے ذریعے تنظیم اسلامی کی مجلس مشاورت نے پاک بھارت مذاکرات کے سلسلے کو جاری رکھنے پر اطمینان کا اظہار کیا‘ البتہ مذاکرات سے پہلے دونوں اطراف سے سفارت کاروں کے نکالے جانے کو انتہائی غیر ذمہ دارانہ فعل قرار دیتے ہوئے مذاکرات میں سنجیدگی اختیار کرنے کا مطالبہ کیا۔ قرارداد میں انتباہ کیا گیا کہ باہمی

مذاکرات کی ناکامی عالمی قوتوں کو بے جا مداخلت کرنے کا موقع فراہم کرے گی جو دونوں ممالک کے لئے انتہائی مہلک اور نقصان دہ ہو گا۔

(۵) تنظیم اسلامی کی مرکزی مجلس مشاورت کی متفقہ طور پر پختہ رائے ہے کہ اسلام کے عادلانہ نظام کے نفاذ کے بغیر چوری' ڈاکے' زنا' قتل و غارت اور دہشت گردی کے خاتمے کا قطعی طور پر کوئی امکان نہیں لہذا حکومت سطحی اور سرسری اقدامات کی بجائے اس عادلانہ نظام کو نافذ کرے تاکہ تمام جرائم کی جڑ اور بنیاد کٹ جائے۔

(۶) ایک قرارداد مقاصد میں کراچی کے حالات کا ذکر کرتے ہوئے کہا گیا کہ قتل و غارت کی وارداتوں میں نمایاں کمی آنے کے باوجود شہر میں خوف کی فضا قائم ہے۔ جس سے تجارتی اور صنعتی سرگرمیاں ماند پڑی ہوئی ہیں۔ قرارداد میں مطالبہ کیا گیا کہ کراچی میں امن و امان کے قیام کے لئے گروہی سیاست سے بلند تر ہو کر اقدامات کئے جائیں۔

(۷) ایک قرارداد کے ذریعے بے نظیر کے اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کوفی عنان اور امریکی صدر کلنٹن کو پاکستان میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں پر خط لکھنے کی شدید مذمت کی گئی۔ اپوزیشن لیڈر سے مطالبہ کیا گیا کہ اسے اپنے خلاف ہونے والی مبینہ زیادتیوں پر پاکستان کی عدالتوں سے رجوع کرنا چاہئے تھا۔

(۸) ایک قرارداد مقاصد کے ذریعے اسرائیل کے رویئے پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے اس سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ یروشلم میں نئی یہودی بستیوں کی تعمیر سے باز رہے اور امن مذاکرات سے فرار کی راہ اختیار نہ کرے۔

ایک قرارداد کے ذریعے شیعہ سنی منافرت کو امت مسلمہ کے لئے تباہ کن قرار دیا گیا۔ قرارداد میں کہا گیا کہ عالمی استعماری قوتیں مسلمانوں میں فرقہ واریت کا زہر گھول کر سیاسی اور اقتصادی مفادات حاصل کرنا چاہتی ہیں۔

ایک قرارداد کے ذریعے ملک کی اقتصادی صورتحال پر گہری تشویش کا اظہار کرتے ہوئے مطالبہ کیا گیا کہ ملکی و غیر ملکی قرضوں سے جلد از جلد نجات حاصل کی جائے اور ملکی پیداوار اور قومی وسائل میں اضافہ کیا جائے تاکہ پاکستان اقتصادی طور پر اپنے پاؤں پر کھڑا ہو کر دنیا میں باوقار مقام حاصل کر سکے۔ OO

نواز حکومت کے چھ ماہ

شریعت کی بالادستی کا معاملہ نواز شریف کے لئے کڑی آزمائش بن گیا ہے

امیر تنظیم اسلامی کے ۵ ستمبر کے خطاب کا پریس ریلیز

لاہور (پ ر) ملک کی معاشی بدحالی کی تمامتر ذمہ داری موجودہ حکومت پر ڈالنا درست نہیں ہے۔ گزشتہ پچاس سال کے عرصے میں پوری قوم قرضوں کی معیشت کی وجہ سے مصنوعی خوشحالی سے لطف اندوز ہوتی رہی ہے مگر اب بیرونی قرضوں کے ناقابل برداشت بوجھ کی وجہ سے ملکی معیشت دم توڑ رہی ہے۔ امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے امریکہ کے دورہ سے واپسی کے بعد مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں نماز جمعہ سے قبل خطاب کرتے ہوئے کہا کہ صدارتی اختیارات میں کمی اور فلور کراسنگ پر پابندی کے قانون کی وجہ سے ملک میں بظاہر سیاسی استحکام کی فضا قائم ہے۔ لیکن یہ استحکام حقیقی نہیں مصنوعی ہے۔ کالاباغ ڈیم کی تعمیر دراصل موجودہ حکومت کے حقیقی سیاسی استحکام کا پیمانہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر ہم قومیتوں میں تقسیم ہونے کی بجائے ایک قوم ہوتے تو کالاباغ ڈیم کب کا تعمیر ہو چکا ہوتا۔ قومی ترقی کے لئے ناگزیر حیثیت کے حامل کالاباغ ڈیم کا نہ بننا اجتماعی خودکشی کے مترادف ہے۔

امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ عدالتی نظام سمیت شرعی عدالت کے دائرہ اختیار پر عائد تمام پابندیاں ختم کی جائیں تاکہ ملک کے استحکام کے لئے حقیقی اور ٹھوس بنیاد فراہم ہو سکے۔ انہوں نے کہا کہ دہشت گردی کی روک تھام کے لئے نافذ العمل قانون اور خصوصی عدالتوں کا قیام عدلیہ اور حکومت کے درمیان محاذ آرائی اور ٹکراؤ کا سبب بنا ہے۔ عدالتی نظام کو شریعت کے تابع کرنے اور اسلام کا قانون شہادت نافذ کرنے سے دہشت گردی سمیت بہت سے جرائم کا فوری خاتمہ ہو جائے گا۔ عدلیہ کی آزادی کو روشنی کی کرن قرار دیتے ہوئے ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ 85 تا 90 تک کے دور کو احتساب سے مستثنیٰ قرار دینے کے حکومتی فیصلے سے "احتساب" کے عمل کو پہلے ہی بڑا دھچکا لگ چکا تھا احتساب کا جو انداز اختیار کیا گیا اس کے باعث احتسابی عمل کا مکمل طور پر تیاپانچہ ہو چکا ہے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان اسلامی نظریئے کی بنیاد پر معرض وجود میں آیا تھا مگر قومی سطح پر اس نظریئے سے انحراف کے باعث ملک ہر سطح پر عدم استحکام سے دوچار ہو چکا ہے۔ امیر تنظیم اسلامی

نے کہا کہ شریعت کو سپریم لاء نہ بنا کر پوری قوم گزشتہ نصف صدی سے اللہ تعالیٰ سے بدعہدی کے جرم کا ارتکاب کر رہی ہے۔ ان حالات میں گولڈن جوبلی کے نام سے آخر ہم کس چیز کا جشن منا رہے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ملک کے اسلامی تشخص کو مضبوط کئے بغیر بھارت سے مفاہمت اور تجارتی تعلقات کی بحالی اجتماعی خودکشی کے مترادف ہے۔ دین اسلام کی نظریاتی قوت بھارت کے پرتھوی میزائلوں کی طاقت سے کہیں زیادہ موثر ہے، جس کے مقابلے میں بھارت نظریاتی طور پر بالکل تہی دست ہے۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ بھارت کی گجرال حکومت اپنی کمزور سیاسی حیثیت کی وجہ سے نواز شریف کی طرف سے مفاہمت کی پیشکشوں کو مسلسل ٹھکرا رہی ہے، بھارت کے اس رویئے کو نواز شریف حکومت کی بدنصیبی یا اس خطے کی بدقسمتی کا نام دیا جا سکتا ہے۔

انہوں نے کشمیر کے بارے میں ایئر مارشل نور خان کی گوہر افشانیوں کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ کشمیر پاکستان کے لئے ہر لحاظ سے اہمیت کا حامل خطہ ہے جو پاکستان اور بھارت کے مابین مفاہمت کے قیام میں اصل رکاوٹ ہے۔ انہوں نے کہا کہ اقوام متحدہ یا امریکہ کی طرف دیکھنے کی بجائے دونوں ممالک دو طرفہ مذاکرات کے ذریعے مسئلہ کشمیر کو برصغیر کی تقسیم کے نامکمل ایجنڈے کی حیثیت سے حل کریں۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ نواز شریف کی قیادت میں مسلم لیگ کی حالیہ غیر معمولی کامیابی سے بے نظیر کی پیپلز پارٹی اپنی موت مر چکی ہے۔ اس پس منظر میں نواز شریف کو حاصل غیر معمولی مینڈیٹ درحقیقت نواز شریف خاندان کے لئے ایک بہت بڑی آزمائش ہے۔ مذہبی مزاج کے حامل شریف خاندان کے لئے اس امتحان میں ناکامی دنیا و آخرت میں بدترین خسارے کا موجب بن سکتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ بے نظیر دور حکومت میں بھی ریاستی سطح پر اسلام بے دخل تھا اور افسوس کہ نواز شریف کے دور میں بھی تاحال اسلام بے یار و مددگار ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا نواز شریف نے اپنی ملاقاتوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ محسوس ہوتا ہے کہ شریعت کی بالادستی کے لئے نواز شریف واقعی کچھ کرنا چاہتے ہیں مگر شاید کوئی پس پردہ مضبوط ہاتھ رکاوٹ بنا ہوا ہے۔ یہ حلیف جماعتیں بھی ہو سکتی ہیں اور بیرونی طاقتیں بھی۔ انہوں نے کہا کہ دستور میں ترمیم کے ذریعے شریعت کو ملک کا سپریم لاء قرار دے کر ملک میں سافٹ انقلاب برپا کیا جا سکتا ہے چنانچہ اس مقصد کے لئے نواز شریف کو چاہئے کہ وہ پارلیمانی پارٹی میں دستوری ترامیم کو زیر بحث لائیں۔ انہوں نے تنظیم اسلامی کی طرف سے پارلیمانی پارٹی کے لوگوں کو قائل کرنے کے لئے نواز شریف کو تعاون کی پیشکش کی ہے۔

☆ ☆ ☆

مساوات مرد و زن کا نظریہ دور حاضر کا ابلیسی فتنہ ہے

خواتین کمیشن رپورٹ کی سفارشات اسلام کی بنیادی تعلیمات سے متصادم ہیں

لاہور (پ ر) ۱۲ ستمبر۔ خواتین کمیشن رپورٹ کی پیش کردہ سفارشات اسلام کی بنیادی تعلیمات سے متصادم ہیں اور اس میں مسلمہ حقائق سے بھی انحراف کیا گیا ہے۔ امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے مسجد دار السلام باغ جناح لاہور میں نماز جمعہ سے قبل "خواتین کمیشن رپورٹ کے مغالطے" کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ کمیشن میں شامل واحد عالم دین مولانا محمد طاسین کے اختلافی نوٹ کے بغیر مجوزہ سفارشات کی اشاعت دھوکہ دہی اور مغالطہ آمیزی کے مترادف ہے۔ خواتین کمیشن کی جانب سے یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی کہ گویا یہ کمیشن کے تمام ممبران کی متفقہ سفارشات ہیں۔

ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ خواتین کمیشن کی پیش کردہ تمام سفارشات کو ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا جائے۔ بے نظیر بھٹو کے دور حکومت میں قائم ہونے والے خواتین کمیشن کا قیام درحقیقت اسلام کے خاندانی نظام کے خاتمے اور شرم و حیا کے اصولوں کو مٹانے کی عالمی سازش کا حصہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ اسلامی تعزیرات و قوانین کے بارے میں خود بے نظیر صاحبہ کے خیالات ڈھکے چھپے نہیں ہیں اور ان کی طرز معاشرت سے بھی سب ہی آگاہ ہیں۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ عالمی صیہونی تحریک اسلام کی معاشرتی و اخلاقی اقدار کے خاتمے اور سودی نظام کے تسلط کے ذریعے مسلمانوں کو دین و مذہب سے بیگانہ کر کے انہیں اپنا تابع اور محکوم بنانا چاہتی ہے چنانچہ ماضی قریب میں قاہرہ اور بیجنگ میں منعقد ہونے والی کانفرنسیں اس سازشی پلان کا حصہ ہیں۔ انہوں نے کہا کہ امریکہ کے معروف دانشور سموئیل پی ہنٹنگٹن نے تہذیبوں کے تصادم کا نظریہ پیش کر کے مغربی دنیا کو خبردار کرتے ہوئے کہا ہے کہ اسلامی اور چینی تہذیبیں مغربی تہذیب کے لئے حقیقی خطرہ ہیں۔ لہٰذا اس خطرے سے نمٹنے کے لئے عالمی استعمار اسلامی تہذیب کے آخری حصار یعنی خاندانی نظام کی تباہی اور چادر و چار دیواری کے خاتمے کے درپے ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ خواتین کمیشن کی سفارشات میں پاکستان کے اساسی نظریات سے بھی کھلم کھلا انحراف کیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ قرارداد مقاصد کو آئین کا حصہ بنانا اور وفاقی شرعی عدالت کا قیام ضیاء الحق مرحوم کا عظیم کارنامہ تھا۔ لہٰذا مختلف نوع کے کمیشن قائم کر کے ملک و قوم کا قیمتی سرمایہ ضائع کرنے کی بجائے وفاقی شرعی عدالت پر عائد پابندیاں ختم کی جائیں اور اس طرح کے تمام معاملات کو اس عدالت سے طے کرایا

جائے جہاں ہر مکتبہ فکر کے لوگ جاکر اپنے دلائل پیش کریں اور اس طرح آئینی طریقے سے ملک میں اسلامی نظام کو قائم کر کے سافٹ انقلاب کی طرف پیش قدمی کی جائے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ وفاقی شرعی عدالت کی موجودگی میں اسلامی نظریاتی کونسل کا ادارہ مولویوں کو سیاسی رشوت دینے کا ایک ذریعہ بن چکا ہے لہٰذا قومی خزانے کو اس سفید ہاتھی سے نجات دلائی جائے۔ انہوں نے اس امر پر افسوس کا اظہار کیا کہ وفاقی شرعی عدالت کے حق اختیار پر تو عائلی قوانین کے حوالے سے بھی پابندی عائد ہے مگر عاصمہ جہانگیر اور ریحانہ سرور جیسی اسلام بیزار مغرب زدہ خواتین کو اسلام کے معاشرتی نظام کا حلیہ بگاڑنے کی کھلی چھوٹ حاصل ہے۔ انہوں نے کہا کہ مسلم لیگ کی حیران کن کامیابی اور نواز شریف کے اسلام کی طرف کسی قدر میلان کے باعث مغربی دنیا نفاذ اسلام کی جانب پیش رفت کے خدشہ سے لرزہ براندام ہے' ملک میں جاری دہشت گردی یہاں نفاذ اسلام کے امکانات کو معدوم کرنے کی عالمی سازش کا حصہ ہے۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ مرد و زن کی مساوات کا مغربی تصور دور حاضر کا ایک فتنہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ شرف انسانیت اور اخلاقی و روحانی سطح پر مرد اور عورت دونوں بالکل برابر ہیں لہٰذا بحیثیت انسان عورت کو گھٹیا مخلوق سمجھنا جاہلانہ تصور اور غیر اسلامی سوچ کا مظہر ہے۔ تاہم معاشرتی میدان میں مرد پر چونکہ زیادہ ذمہ داری ڈالی گئی ہے لہٰذا اسے حقوق و اختیارات بھی زیادہ دیئے گئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ مرد پر قوم و ملت کے "زمانہ حال" کی تعمیر و تشکیل کی ذمہ داری ہے تو قوم کے "مستقبل" کو بنانا اور سنوارنا عورت کا فریضہ ہے۔ اسلامی تعلیمات کی رو سے مرد خاندان کے ادارے کا سربراہ ہے اور اسے بیوی پر قوام قرار دیا گیا ہے اور صالح خاتون کا بنیادی وصف یہ قرار دیا گیا کہ وہ اپنے شوہر کی تابع فرمان ہو۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ کمیشن کی جانب سے شوہر کو بیوی کی رضامندی کے بغیر جنسی تعلق قائم کرنے پر سزا دینے کی سفارش احمقانہ مطالبہ ہے جسے "مخصوص ٹولے" کے سوا کسی کی تائید حاصل نہیں ہے۔

مسئلہ افغانستان پر گفتگو کرتے ہوئے امیر تنظیم نے کہا کہ طالبان کو افغانستان کی ایک غالب قوت کی حیثیت حاصل ہے۔ انہوں نے کہا کہ طالبان اگر شمالی افغانستان کا کنٹرول حاصل نہ کر سکے تو افغانستان کی تقسیم کو ذہناً قبول کر لینا چاہئے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ لسانی اور نسلی اعتبار سے شمالی افغانستان بالکل علیحدہ خطہ ہے۔ انہوں نے اس ضمن میں ایران کے کردار پر شدید تنقید کرتے ہوئے کہا کہ ایران کو طالبان کی قوت سے خائف ہونے کی بجائے خطے میں امن کے حصول کے لئے طالبان حکومت کو تسلیم کر لینا چاہئے۔

عہدِ حاضر میں اجتہاد کا طریق کار

امیر تنظیم اسلامی کا ۱۲/ جنوری ۹۶ء کا خطاب جمعہ (۲)

ہم نے تاریخ کے مختلف ادوار کے حوالے سے اجتہاد کے عمل کا جائزہ لیا ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ عہدِ حاضر میں اجتہاد کا طریق کار کیا ہو گیا؟ اللہ کرے کہ کہیں خالص اسلامی ریاست قائم ہو جائے' کہیں اسلامی خلافت کا نظام قائم ہو جائے تو پھر وہاں قانون سازی (Legislation) کی صورت کیا ہو گی؟ اس کے لئے ضروری ہے کہ پہلے یہ سمجھ لیا جائے کہ عہد حاضر کی اسلامی ریاست یا نظام خلافت کا دستوری ڈھانچہ کیا ہو گا؟ اس موضوع پر میں متعدد بار بڑی تفصیل سے گفتگو کر چکا ہوں اور جناح ہال میں ہونے والے میرے خطابات "خطباتِ خلافت" کے عنوان سے کتابی شکل میں شائع بھی ہو چکے ہیں۔

جدید اسلامی ریاست کا سیاسی و دستوری ڈھانچہ

اس وقت میں محض خلاصے کے طور پر عرض کر رہا ہوں کہ عہد حاضر میں نظام خلافت کا سیاسی اور دستوری ڈھانچہ تین چیزوں پر مشتمل ہو گا۔ اولاً اس کے لئے راہنما اصول قرآن و سنّت سے اخذ کئے جائیں' ثانیاً آئیڈیل نمونہ کے طور پر خلافتِ راشدہ کے نظام کو پیش نظر رکھا جائے' اور ثالثاً انسان نے اپنے عمرانی ارتقاء کے ذریعے سے جو سیاسی ادارے (Political institutions) تشکیل دیئے ہیں ان کو بھی اس نظام میں شامل کیا جائے۔

یہ تیسری بات ہمارے ہاں اکثر و بیشتر لوگوں کے علم میں نہیں ہے' بلکہ اکثر لوگ تو یہ بات سن کر چونک سے جاتے ہیں۔ حالانکہ قرآن و سنت سے ہمیں جو اصول ملتے ہیں اور خلافت راشدہ سے جس نظام کا نمونہ ہمارے سامنے آتا ہے اسے روبہ عمل لانے میں عہد حاضر کے یہ ادارے بہت ممدّ و معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔ مثلاً یہ ایک طے شدہ اصول ہے

کہ اگر آپ کو خلیفہ سے کوئی اختلاف ہے تو آپ اس اختلاف کا اظہار کر سکتے ہیں' آپ اس پر تنقید کر سکتے ہیں۔ لیکن خلیفہ کی ایک رائے ہے اور آپ کی ایک رائے ہے تو فیصلہ کون کرے گا کہ کس کی رائے درست ہے؟ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا تھا کہ اگر میں سیدھا چلوں تو تم پر میری اطاعت فرض ہے' اور اگر میں ٹیڑھا ہونے لگوں تو مجھے سیدھا کرنا تمہارا فرض ہے۔ اسی طرح ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے مسلمانوں کے ایک اجتماع سے مخاطب ہو کر کہا تھا کہ اگر میں کتاب و سنت کے مطابق ٹھیک چلوں تو تم کیا کرو گے؟ سب نے کہا : "نَسْمَعُ وَنُطِيعُ" کہ ہم سنیں گے اور مانیں گے' اطاعت کریں گے۔ پھر دریافت فرمایا : اور اگر میں کہیں غلط راستے پہ پڑ جاؤں تو؟ اس پر ایک شخص کھڑا ہوا' اس نے اپنی تلوار نیام میں سے کھینچی اور کہا : ہم تمہیں اس سے سیدھا کر دیں گے! انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ میں کوئی اندھے بہرے لوگوں کی قیادت نہیں کر رہا' میرے پیچھے کوئی بھیڑوں بکریوں کا گلہ نہیں ہے۔ یہ جو چل رہے ہیں تو آنکھیں کھول کر میرے ساتھ چل رہے ہیں۔ لیکن اس دور میں کوئی ایسا ادارہ موجود نہیں تھا جہاں جا کر یہ ثابت کروایا جا سکے کہ خلیفۂ وقت واقعتاً غلط راستے پر چل پڑا ہے۔ ایران و عراق وغیرہ کی زمینوں کی تقسیم ایک علمی مسئلہ تھا' جس کے حل کے لئے حضرت عمر فاروقؓ نے دس انصاری صحابہؓ پر مشتمل ایک کمیٹی قائم کر دی تھی۔ لیکن فرض کیجئے کہ کسی شخص نے خلیفۂ وقت پر ذاتی تنقید کرنی ہے۔ اسے یہ مغالطہ ہو گیا ہے کہ خلیفہ نے بیت المال میں خیانت کی ہے تو وہ کہاں جا کر دہائی دے؟ اس کے لئے کوئی ادارہ (Institution) دورِ خلافتِ راشدہ میں موجود نہیں تھا۔ لیکن آپ کو معلوم ہے کہ آج امریکہ میں "impeachment" کا ادارہ موجود ہے جو صدر کا احتساب کر سکتا ہے۔ امریکہ کے صدر کے پاس اختیارات بے تحاشا ہیں۔ اس کے پاس ویٹو کا اختیار بھی موجود ہے۔ وہ پارلیمنٹ' کانگریس یا سینیٹ کا غلام نہیں ہے۔ لیکن اگر وہ کوئی غلط حرکت کرے تو impeachment کے لئے ایک انسٹی ٹیوشن موجود ہے۔ آپ کو یاد ہو گا کہ صدر نکسن اسی impeachment کے خوف سے راہ فرار اختیار کر گیا تھا۔

اب میں چاہتا ہوں کہ ہم سورۃ الحجرات اور سورۃ النساء کی آیات اور حدیث نبویؐ

کی روشنی میں یہ جائزہ لیں کہ اسلامی ریاست کا دستوری ڈھانچہ کیا ہے اور اس میں قانون سازی کا Scope کیا ہے۔ سورۃ الحجرات کی پہلی آیت میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں :

﴿ یٰاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُقَدِّمُوۡا بَیۡنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوۡلِہٖ ﴾

"اے اہل ایمان! اللہ اور اس کے رسول سے آگے مت بڑھو۔"

تمہاری کچھ حدود ہیں اور تمہیں ان حدود کے اندر رہنا ہے۔ تم اس طرح آزاد نہیں ہو جیسے کہ کوئی ایسا شخص آزاد ہے جو اللہ کو مانتا ہے نہ رسولؐ کو۔ وہ تو جہاں جی چاہے منہ مارے' جدھر چاہے چلا جائے۔ لیکن تم نے اللہ کو اور اللہ کے رسولؐ کو مانا ہے۔ تم نے قرآن کو مانا ہے' تم تو پابند ہو' لہٰذا تمہیں ایک دائرے کے اندر اندر رہنا ہے۔ اس دائرے کی تشریح حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی اس حدیث میں آئی ہے جو مسند احمد بن حنبل کے اندر موجود ہے۔ فرمایا :

((مَثَلُ الْمؤمنِ کَمَثَلِ الفَرَسِ فِی اَخِیتِہٖ' یجول ثم یرجعُ اِلٰی اَخِیتِہٖ' واِنَّ الْمُؤمنَ لَیَسْھُو ثم یرجع اِلَی الایمَانِ))

"مومن کی مثال اس گھوڑے کی سی ہے جو اپنے کھونٹے سے بندھا ہوا ہے۔ وہ (اپنے کھونٹے کے اردگرد) گھومتا پھرتا ہے' پھر واپس اپنے کھونٹے کی طرف لوٹ آتا ہے۔ (اسی طرح) مومن سے بھی خطا ہو جاتی ہے' لیکن پھر وہ ایمان کی طرف لوٹ آتا ہے۔"

اس حدیث میں انفرادی سطح پر مومن کا طرزِ عمل بیان ہوا ہے کہ ذاتی اعمال کے ضمن میں اگر وہ کہیں گناہ میں ملوث ہو جائے' اس سے کہیں خطا کا صدور ہو جائے تو وہ توبہ کر کے لوٹ آتا ہے' اس لئے کہ وہ ایمان کے کھونٹے کے ساتھ بندھا ہوا ہے۔ لیکن میں نے اسی حدیث کو اسلامی ریاست کے دستور میں قانون سازی کی "limitations" کو واضح کرنے کے لئے ذریعہ بنایا ہے۔ حدیث میں بیان کی گئی کھونٹے سے بندھے ہوئے گھوڑے کی تمثیل کو ذہن میں لایئے۔ فرض کیجئے آپ کے پاس ایک وسیع میدان ہے اور آپ چاہتے ہیں کہ اس میں گھوڑا بھاگے دوڑے' اس کے ہاتھ پاؤں کھلیں' لیکن وہ ایک

خاص حد سے باہر نہ جائے تو آپ اسے ایک لمبی رسی کے ذریعے کھونٹے کے ساتھ باندھ دیجئے۔ اگر آپ اسے ایک سو گز لمبی رسی سے باندھ دیتے ہیں تو سو گز نصف قطر کا ایک دائرہ وجود میں آجائے گا جس کے اندر اندر گھوڑا آزاد ہے کہ وہ شمال' جنوب' مشرق یا مغرب جس سمت میں چاہے چلا جائے۔ وہ چاہے تو ایک سو گز تک چلا جائے' چاہے پچاس گز پر جاکر بیٹھ جائے۔ لیکن وہ کسی سمت میں بھی اس ۱۰۰ گز نصف قطر کے دائرے سے باہر قدم نہیں رکھ سکتا۔ اسی طرح ہمارے لئے بھی کچھ حدود معین کردی گئی ہیں جن سے ہم باہر قدم نہیں رکھ سکتے۔ قرآن حکیم کے الفاظ ہیں : "تِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا" "یہ اللہ کی قائم کردہ حدود ہیں' ان کے قریب بھی نہ پھٹکو" (ان سے ذرا فاصلے پر رہو) اور "تِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا" "یہ اللہ کی متعین کردہ حدود ہیں ان سے تجاوز نہ کرو۔" لیکن ان حدود کے اندر جو کچھ ہے وہ مباح ہے۔ مباح کسے کہتے ہیں؟ کھونٹے سے بندھا ہوا گھوڑا اگر پچاس گز تک جائے تب بھی یہ اس کے لئے مباح ہے' ساٹھ گز تک چلا جائے تب بھی مباح' شمال میں جائے تب بھی مباح اور جنوب میں جائے تب بھی مباح۔ یعنی اس کے لئے حدود متعین ہو گئی ہیں' اس کے اندر اندر اس کی چلت پھرت جائز ہے۔ البتہ ۱۰۱واں گز اس کے لئے حرام ہے۔

اسی طرح اللہ کی متعین کردہ حدود کے اندر اسلامی ریاست میں مسلمان آزاد ہیں۔ ان حدود کے اندر "اَمْرُهُمْ" کا دائرہ ہے جس کے لئے اصول دے دیا گیا : "اَمْرُهُمْ شُورٰى بَيْنَهُمْ" کہ یہاں آپ کو باہمی مشورے سے فیصلے کا اختیار دیا گیا ہے' چنانچہ آپ اپنی کثرت رائے سے فیصلہ کیجئے۔ مباح کے معاملے میں فیصلہ ہو سکتا ہے' لیکن حرام کو تمام مسلمان مل کر بھی حلال نہیں کر سکتے۔ آپ کی اکثریت اللہ کی حدود سے تجاوز ہرگز نہیں کر سکتی۔ اسے یہ ابدی ہدایت لازماً پیش نظر رکھنی ہو گی : "لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُولِهٖ" کہ "اللہ اور اس کے رسولؐ سے آگے مت بڑھو۔" اس آیت کی بالکل صحیح ترجمانی ہمارے دستوروں میں ان الفاظ سے ہوتی رہی ہے :

"No Legislation will be permissible here repugnant to the Quran and the Sunnah."

یعنی "اس ملک میں کوئی قانون سازی قرآن و سنت کے خلاف نہیں کی جا سکتی"۔ میں سمجھتا ہوں کہ دستوری اور قانونی زبان میں یہ اس آیتِ مبارکہ کا بہترین ترجمہ ہے۔ البتہ یہ الفاظ پہلے تو ایک طویل عرصے تک ہمارے دستور کے دیباچے (Preamble) میں راہنما اصول (Directive principle) کے طور پر پڑے رہے۔ ضیاء الحق صاحب نے ان کو Operative Clause کا درجہ دلوایا تو ایک لمبا چوڑا گورکھ دھندا بنا دیا کہ فیڈرل شریعت کورٹ فیصلہ کرے گی کہ کوئی قانون غیر اسلامی ہے یا نہیں ہے' لیکن شریعت کورٹ پر پابندیاں عائد کر دی گئیں کہ وہ نہ عائلی قوانین پر بول سکتی ہے نہ مالی قوانین پر بات کر سکتی ہے' نہ دستورِ پاکستان پر گفتگو کر سکتی ہے اور نہ ہی عدالتی قوانین زیر بحث لا سکتی ہے۔ اس طرح یہ سارا عمل "Exercise in futility" ثابت ہوا۔ میں نے بیت اللہ شریف میں مولانا تقی عثمانی صاحب کو بابِ جبرئیل پر پکڑ لیا تھا کہ آپ کو شرم نہیں آتی کہ آپ اس عدالت کے جج بنے بیٹھے ہیں جو عائلی قوانین کے بارے میں بھی رائے نہیں دے سکتی؟ کہنے لگے : میں کیا کر سکتا ہوں؟ میں نے کئی بار استعفاء بھی دیا ہے' لیکن ضیاء صاحب مانتے ہی نہیں۔ میں نے کہا کیسے نہیں مانتے؟ میں نے ان کی شوریٰ سے استعفاء دیا' انہوں نے مانا کہ نہیں مانا؟ آپ سیدھی بات کریں کہ جب تک آپ اس عدالت پر عائد کی گئی پابندیوں کو نہیں ہٹاتے ہم آپ کا ساتھ نہیں دیں گے' ہمیں آپ نے "فیڈرل شریعت کورٹ آف پاکستان" کا جج بنا رکھا ہے اور ہم عائلی قوانین کے بارے میں بھی رائے نہیں دے سکتے کہ ان میں کوئی چیز خلاف اسلام تو نہیں ہے۔ اور یہی بات میں نے ضیاء الحق صاحب سے ۵/ جولائی ۱۹۸۲ء کو لاہور ہی میں گورنر ہاؤس کے اندر کہی تھی کہ آپ نے اپنے ماتھے پر یہ کلنک کا ٹیکہ لگا رکھا ہے کہ آپ نے "شریعت کورٹ" کے نام سے اتنی بڑی عدالت بنائی ہے' اس میں آپ نے خود منتخب کر کے ان علماء کو جج بنایا ہے جن کے علم و فہم اور دیانت پر آپ کو اعتماد ہے لیکن آپ نے انہیں پابند کر دیا ہے کہ وہ عائلی قوانین پر بھی بات نہیں کر سکتے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ جو میں کہتا ہوں آپ وہ کیجئے۔ اُس وقت غلام احمد پرویز بھی زندہ تھے جن کے بنائے ہوئے عائلی قوانین ایوب خان نے نافذ کئے تھے۔ میں نے ضیاء صاحب سے کہا کہ آپ وفاقی شرعی عدالت میں ان قوانین کو زیر

بحث آنے دیجئے۔ غلام احمد پرویز کو بھی موقع دیجئے کہ وہ وہاں اپنے دلائل پیش کریں اور ثابت کریں کہ یہ قوانین کتاب و سُنّت کے منافی نہیں ہیں۔ لیکن آپ نے تو عدالت کے اوپر ہی پابندی لگادی ہے۔ کہنے لگے : تو پھر ان عورتوں کو کون مطمئن کرے گا؟ میں نے کہا کہ اگر آپ کی سوچ کا معیار یہی ہے تو میرا اور آپ کا راستہ علیحدہ ہے' میں آپ کی شوریٰ سے استعفاء دیتا ہوں۔ اس پر انہوں نے تو اللہ کا شکر ادا کیا ہوگا کہ سر سے یہ بلا ٹلی۔ تو اگر کوئی استعفاء دینا چاہے تو اسے کون روک سکتا ہے؟

بہرحال میں عرض کر رہا تھا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکام کی حدود ہمارے لئے ایک دائرہ متعین کرتی ہیں' اس دائرے کے اندر اندر جو کچھ ہے مباح ہے۔ اس مباح میں فیصلہ کرنے میں آپ کو اختیار ہے' آپ اکثریت سے فیصلہ کر لیجئے کوئی حرج نہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے آپ نے کوئی فروٹ پارٹی کرنی ہے' اس میں آپ کو فیصلہ کرنا ہے کہ کون کون سے فروٹ لائے جائیں۔ یہ آپ باہمی مشورے سے طے کر لیجئے کہ اس میں کیا کچھ لایا جائے۔ ظاہر ہے کہ اس ضمن میں بہت سی آرا ہو سکتی ہیں' لہٰذا آپ کثرتِ رائے سے فیصلہ کر سکتے ہیں۔ لیکن ظاہر ہے کہ اس میں کوئی حرام شے تو نہیں لانی' شراب نہیں لانی' خنزیر کا گوشت نہیں لانا' فروٹ لانا ہے جو جائز ہے' اس میں کیا لائیں کیا نہ لائیں یہ کثرت رائے سے فیصلہ کر لیجئے۔ یہ جمہوریت اسلام میں ہے۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکام کے دائرے کے اندر اندر ڈیموکریسی ہے' لیکن اس دائرے سے باہر نہیں جا سکتے' ۵۱ فی صد تو کیا سو فی صد کی رائے سے بھی نہیں جا سکتے۔ یہ فرق ہے اسلامی نظام میں اور رائج الوقت ڈیموکریسی میں۔ آج کی ڈیموکریسی میں چونکہ حاکمیت عوام کی ہے' وہ جو چاہیں فیصلہ کریں' جو چاہیں قانون بنائیں' انہیں اختیارِ مطلق حاصل ہے لہٰذا یہ ڈیموکریسی کفر ہے' شرک ہے۔

سورۃ النساء کی ایک آیت سے راہنمائی

عہد حاضر میں نظام خلافت کا جو دستوری خاکہ بنے گا اس کو سمجھنے کے لئے سورۂ نساء کی آیت نمبر ۵۹ بہت اہم ہے :

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَطِیۡعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَ اُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ ۚ فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ فَرُدُّوۡهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوۡلِ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ ؕ ذٰلِکَ خَیۡرٌ وَّاَحۡسَنُ تَاۡوِیۡلًا ﴿۵۹﴾ ﴾

"اے اہلِ ایمان! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اپنے میں سے اولی الامر کی۔ پھر اگر تمہارا جھگڑا ہو جائے کسی معاملے میں تو اس معاملے کو لوٹا دو اللہ اور رسولؐ کی طرف اگر تم واقعتاً ایمان رکھتے ہو اللہ پر اور یومِ آخرت پر۔ یہی بہترین طریق کار ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی بہتر ہے۔"

اس آیت کے اندر کچھ چیزیں تو معین طور پر آ گئی ہیں اور ایک خلا محسوس ہوتا ہے۔ واضح رہے کہ قرآن ہر اعتبار سے مکمل ہے' صرف بات سمجھانے کے لئے میں یہ الفاظ استعمال کر رہا ہوں کہ یہاں بظاہر ایک خلا نظر آتا ہے' جس کی وضاحت میں ابھی کروں گا۔ اس آیت میں "اللہ" کے ساتھ اور "رسول" کے ساتھ "اَطِیۡعُوا" کا لفظ الگ الگ استعمال ہوا ہے۔ اس اسلوب سے پہلی بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اللہ کی اطاعت اور رسولؐ کی اطاعت مستقل بالذات ہیں' ہمیشہ ہمیش کے لئے ہیں' جبکہ اولوالامر کے ساتھ دوبارہ تیسری بار "اَطِیۡعُوا" کو دہرایا نہیں گیا' جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اولوالامر کی اطاعت مستقل بالذات نہیں بلکہ اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کے ساتھ مشروط ہے۔ اس جملے کی تین ممکنہ شکلیں ہو سکتی تھیں۔ یا تو "اَطِیۡعُوا" سب کے ساتھ آتا یعنی "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَطِیۡعُوا اللّٰهَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَاَطِیۡعُوا اُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ"۔ اگر ایسا ہوتا تو یہ تینوں اطاعتیں برابر ہو جاتیں۔ دوسری صورت یہ تھی کہ "اَطِیۡعُوا" کو صرف ایک مرتبہ لایا جاتا۔ جیسے کوئی رقم بریکٹ سے باہر ہو تو وہ بریکٹ سے اندر کی ساری رقوم سے ضرب کھاتی ہے۔ یعنی "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَطِیۡعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوۡلَ وَاُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ" ۔ اس صورت میں بھی تینوں اطاعتیں برابر ہو جاتیں۔ لیکن قرآن حکیم نے یہ دونوں اسلوب اختیار نہیں کئے' بلکہ فرمایا : ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَطِیۡعُوا اللّٰهَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَاُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ﴾ مراد یہ ہے

کہ مستقل اور دائمی اطاعتیں صرف دو ہیں' اللہ کی اطاعت اور رسولؐ کی اطاعت۔ جبکہ اولوالامر کی اطاعت مشروط ہے۔ اس کی اطاعت کتاب و سُنّت کے دائرے کے اندر اندر ہوگی۔ اگر کوئی اولوالامر یہ کہہ دے کہ میں اولی الامر ہوں' میں صاحبِ اختیار ہوں' میں فیصلہ کر سکتا ہوں اور وہ کتاب و سُنّت کے منافی کوئی حکم دے دے تو وہ حکم اس کے منہ پر دے مارا جائے گا کہ تم ہوتے کون ہو یہ حکم دینے والے! اس لئے کہ اس کی اطاعت مستقل بالذّات نہیں ہے۔ مستقل بالذّات اطاعت اللہ اور اس کے رسولؐ کی ہے۔

اس آیت میں وارد شدہ الفاظ "اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ" سے دوسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اولوالامر مسلمانوں میں سے ہو سکتا ہے' باہر سے نہیں۔ یہ ہے وہ بات جو میں ہمیشہ ڈنکے کی چوٹ کہتا ہوں' اور یہ وہ کڑوی گولی ہے جو اِس دور میں نگلنا آسان نہیں ہے' کہ اسلامی ریاست میں قانون سازی (Legislation) کے عمل میں صرف مسلمانوں کا عمل دخل ہوگا' غیر مسلم اس میں شریک نہیں ہو سکتے۔ جو نہ اللہ کو سامنے نہ رسول کو مانے' اس کو ہم قانون سازی میں کیسے شامل کر لیں۔ وہ نہ تو خلیفہ بن سکتا ہے' نہ خلیفہ کے انتخاب کے لئے ووٹ دے سکتا ہے' نہ ہی قانون سازی کے لئے تشکیل پانے والی مجلسِ ملّی' مجلسِ شوریٰ یا پارلیمنٹ کا رکن بن سکتا ہے اور نہ ہی اس کے لئے ووٹ دے سکتا ہے۔ ہمارے ذہنوں پر جو جدید مغربی تصورات مسلّط ہیں اور جو ہمارے ذہنوں کے اندر گھرے جڑے ہوئے ہیں' ان کے ہوتے ہوئے اِس بات کو ماننا آسان نہیں ہے' لیکن جان لیجئے کہ اگر ہم یہ نہیں مانیں گے تو ہمارا طرزِ عمل اسلام کے منافی ہوگا۔ "اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ" حکمِ قرآنی ہے۔ یعنی اولوالامر تم میں سے ہوگا۔ اور پارلیمانی نظام میں تو پارلیمنٹ ہی اولوالامر ہے۔ وہی وزیراعظم کا انتخاب کرتی ہے' اور سارا اختیار وزیراعظم کے پاس ہوتا ہے۔ پارلیمنٹ کی اکثریت عدم اعتماد کا اظہار کر دے تو وزیراعظم کو اپنا بستر گول کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ اسلامی ریاست کی پارلیمنٹ میں غیر مسلم کیسے جا سکتا ہے؟ اسلامی ریاست کا ڈھانچہ چاہے صدارتی ہو' چاہے پارلیمانی ہو' کانگریس' پارلیمنٹ' مجلسِ ملّی یا مجلسِ شوریٰ' یعنی مجلس قانون ساز میں کوئی غیر مسلم شامل نہیں کیا جا

سکتا' اور نہ اس ایوان کی تشکیل میں اس کے ووٹوں کو عمل دخل دیا جا سکتا ہے' اس لئے کہ غیر مسلموں کے ووٹ بالواسطہ اس پر اثر انداز ہو سکتے ہیں۔ تو یہ دوسری بات وضاحت سے اس آیت میں سامنے آ گئی۔

تیسری بات یہ سامنے آئی کہ اگر اسلامی ریاست کے ایک عام شہری کو اولوالامر کی رائے سے اختلاف ہو جائے تو وہ کیا کرے؟ کہاں جائے؟ اگر صدارتی نظام ہے تو صدر اولوالامر ہے اور اگر پارلیمانی نظام ہے تو پوری پارلیمنٹ اولوالامر ہے۔ پارلیمنٹ اگر کوئی قانون پاس کرتی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ کتاب و سُنّت کے منافی ہے تو اب میں کہاں جا کر یہ طے کراؤں کہ یہ منافی ہے یا نہیں۔ ہو سکتا ہے مجھے ہی غلطی لگی ہو اور ہو سکتا ہے میری بات صحیح ہو۔ آخر کوئی جگہ تو ہونی چاہئے جہاں جا کر آدمی یہ جھگڑا طے کرا سکے۔ اس آیت مبارکہ میں یہ تو طے کر دیا گیا کہ "فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ" یعنی "اسے اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف لوٹا دو" لیکن اللہ اور اس کے رسولؐ کی عدالت اس دنیا میں تو کہیں لگے گی نہیں' لہٰذا اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف کیسے لوٹائیں؟ اس کے لئے کوئی ادارہ (Institution) ہونا چاہئے۔ یہ ہے وہ خلا جس کا میں نے آپ کے سامنے ذکر کیا۔

درحقیقت انسان نے جو ترقی کی ہے' خواہ وہ سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی ہو اور خواہ عمرانی ارتقاء (Social Evolution) ہو یہ انسان کی مشترک میراث ہے' یہ کسی کے باپ کی جاگیر نہیں ہے۔ ایک زمانے میں ہم مسلمانوں نے ہندیوں' یونانیوں اور چینیوں کے علوم و فنون سے استفادہ کر کے سائنس اور ٹیکنالوجی کو خوب ترقی دی' نت نئی سائنسی ایجادات کیں' لیکن پھر ہم سو گئے' عیاشیوں میں منہمک ہو گئے۔ اس کے بعد یورپ جاگ اٹھا اور اس نے سائنسی علوم کو آگے بڑھایا۔ اب اگر انہوں نے پنکھا ایجاد کیا ہے اور میں یہ کہوں کہ یہ چونکہ کسی عیسائی کا ایجاد کردہ ہے لہٰذا میں اسے استعمال نہیں کروں گا تو اس روش کو معقول قرار نہیں دیا جا سکتا۔ یہ سائنس و ٹیکنالوجی ان کی میراث نہیں ہے۔ اِس وقت سائنس و ٹیکنالوجی کے میدان میں ان کا ڈنکا بج رہا ہے لیکن اگر ہم نے ان کو ابتدائی علوم نہ سکھائے ہوتے تو ان کا باپ بھی یہ ایجادات نہیں کر سکتا تھا۔

سائنس کی ابتدائی تعلیم انہیں ہم نے دی تھی جس کی بنیاد پر وہ اس قدر آگے نکل گئے۔ اگر کسی نے پرائمری کی تعلیم حاصل نہ کی ہو تو وہ ہائی سکول میں کیسے جاسکتا ہے؟ اور ہائی سکول میں نہ پڑھا ہو تو یونیورسٹی میں کیسے پہنچ سکتا ہے؟ یہ تو ایک تدریجی عمل ہے' یہ کسی قوم کی ملکیت نہیں ہے۔ لیکن سائنسی ایجادات کی طرح یورپ میں کچھ ادارے (institutions) بھی پروان چڑھے ہیں۔ اور ہمیں دیکھنا ہو گا کہ ان میں سے جو ادارہ ہمارے اصولوں کے ساتھ مطابقت رکھنے والا ہو' اس کو اختیار کریں۔ اس لئے کہ وہ بھی ہماری مشترک متاع ہے۔

چنانچہ آج کی دنیا میں ریاست کے تین بنیادی ستون شمار ہوتے ہیں۔ (۱) انتظامیہ (Executive) (۲) مقننہ (Legislature) (۳) عدلیہ (Judiciary)} ہر ریاست کا ایک دستور ہوتا ہے۔ دستور کی محافظ (Custodian) عدلیہ ہوتی ہے۔ دستور میں یہ طے ہے کہ قانون کون بنا سکتا ہے' وہ کس طریقے سے بنے گا۔ اگر اس راستے کی پیروی نہیں کی گئی ہے تو کوئی شخص عدالت میں جاکر کہہ سکتا ہے کہ پارلیمنٹ میں دستور کی خلاف ورزی کی گئی ہے۔ عدلیہ فیصلہ کرے گی اور اگر واقعتاً دستور کی خلاف ورزی ثابت ہو گئی ہے تو وہ قانون کالعدم (nullified) ہو جائے گا۔ اللہ کرے کہ پاکستان میں یہ طے ہو جائے کہ یہاں کتاب و سُنّت کے منافی کوئی قانون نہیں بنایا جاسکتا۔ اب پارلیمنٹ میں قانون سازی ہو رہی ہے' وہاں تو ان پڑھ لوگ بھی بیٹھے ہیں' انہیں کیا پتہ کہ ہم نے دین سے تجاوز کر دیا ہے۔ اب آپ کیا کریں گے؟ اس کے لئے دو ہی راستے ممکن ہیں۔ ایک یہ کہ یا تو پارلیمنٹ میں محض علماء ہی نہیں بلکہ صرف مجتہدین جائیں۔ (اور مجتہد کی ساری شرائط میں اپنے سابقہ خطاب جمعہ میں بیان کرچکا ہوں) تب تو انہیں اختیار دیا جاسکتا ہے کہ وہ اپنی کثرتِ رائے سے قانون سازی کرلیں۔ یہ قانون سازی شریعت سے متصادم نہیں ہو گی۔ لیکن اگر آپ نے پارلیمنٹ میں وسیع البنیاد نمائندگی رکھی ہے تو پارلیمنٹ کو یہ اختیار ہے کہ مباحات کے معاملے میں کثرتِ رائے سے فیصلہ کر دے۔ لیکن کوئی شے مباح ہے یا نہیں' اس کا فیصلہ کون کرے گا؟ اس کے لئے آپ کو عدالت کا کنڈا کھٹکھٹانا ہو گا۔ اس سے "فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ" کا تقاضا کسی حد تک پورا ہو جائے گا۔ یعنی

اسلامی ریاست کی عدلیہ یہ طے کرے گی کہ قانون سازی میں کتاب وسُنّت کے اصولوں سے تجاوز ہوا یا نہیں؟ اگر وہ طے کردیتی ہے کہ تجاوز ہو گیا ہے تو قانون کالعدم ہو جائے گا' لیکن عدالت نیا قانون نہیں بنائے گی۔ قانون پھر اسی پارلیمنٹ کو بنانا ہے جو کتاب وسُنّت کے دائرے کے اندر اندر رہو۔

علّامہ اقبال کا موقف اور اس کی غلط ترجمانی

یہ ہے وہ بات جو علامہ اقبال نے کہی اور میرے نزدیک یہ صدفی صد درست ہے کہ آج کے دور میں "اجتہاد بذریعہ پارلیمنٹ" ہو گا۔ لیکن اس کا مطلب غلط سمجھا گیا ہے۔ ان کے بیٹے ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب اس کا بالکل غلط مطلب بیان کر رہے ہیں اور اپنے والد کی بالکل غلط ترجمانی کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب یہ کہہ رہے ہیں کہ پارلیمنٹ کا اختیار آخری ہے۔ گویا ہم نے واجبی طور پر پارلیمنٹ کو یہ ہدایت دے دی کہ کتاب وسُنّت سے تجاوز نہ کرنا' لیکن اب پارلیمنٹ نے اپنی کثرتِ رائے سے جو بات طے کردی وہی کتاب وسُنّت ہے۔ میرے نزدیک یہ صرف اس صورت میں ممکن ہے جب یہ طے کر دیا جائے کہ پارلیمنٹ کے اندر صرف وہ لوگ الیکشن لڑ کے جا سکیں گے جو کتاب و سُنّت سے پوری طرح واقف ہوں' بلکہ ووٹ بھی صرف وہی دیں جو کتاب وسُنّت کے جاننے والے ہوں۔ لیکن یہ بات روحِ عصر کے منافی ہو گی۔ اس طرح تو ایک تھیوکریسی وجود میں آجائے گی۔

اگر آپ کو روحِ عصر کو بھی پیش نظر رکھنا ہے اور شریعت کی حدود کے اندر اندر ڈیموکریسی کے تقاضے بھی پورے کرنے ہیں تو ہر مسلمان مرد و عورت کو ووٹ کا حق دیجئے۔ ان کے ووٹوں سے مقنّنہ کا انتخاب ہو گا۔ اب قوتِ نافذہ اس مقنّنہ (Legislature) کے پاس ہے۔ یعنی مباحات کے دائرے کے اندر کس چیز کو اختیار کیا جائے' یہ فیصلہ کرنے کا اختیار پارلیمنٹ کے پاس ہے۔ فرض کیجئے میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس نے قوتِ نافذہ کے استعمال میں کتاب وسُنّت سے تجاوز کیا ہے تو میں جاؤں گا اور عدلیہ (Judiciary) یعنی اعلیٰ عدالتوں کا کنڈا کھٹکھٹاؤں گا کہ مجھے موقع دیا جائے' میں ثابت

کرتا ہوں کہ قانون سازی میں کتاب وسُنّت سے تجاوز ہو گیا ہے۔ یہ طریقہ ہے جو اِس دور میں قابلِ عمل ہو گا۔ لیکن ظاہر بات ہے کہ نئی قانون سازی کے لئے پھر پارلیمنٹ ہی کی طرف رجوع کیا جائے گا' اس لئے کہ قوتِ نافذہ تو اس کے پاس ہے۔ ورنہ اگر قانون سازی کا آخری اختیار عدلیہ کو دے دیا جائے تو پھر تو عدلیہ کی حکومت ہو گئی۔ پارلیمنٹ کا کام کیا رہ جائے گا؟ عدلیہ کا کام صرف ایک ماہرانہ رائے (Expert Opinion) دینا ہے کہ آیا کسی معاملے میں کتاب وسُنّت کی حدود سے تجاوز تو نہیں ہو گیا۔ اگر نہیں ہوا تو عدلیہ اس قانون کو برقرار رکھے گی۔ اور اگر عدلیہ اس نتیجے پر پہنچے کہ قانون سازی میں کتاب وسُنّت کی حدود سے تجاوز ہو گیا ہے تو یہ قانون واپس پارلیمنٹ کے سپرد کیا جائے گا کہ وہ اس میں ترمیم کرے یا نیا قانون بنائے۔

اگر ایسا ہو جائے گا تو خود پارلیمنٹ قانون سازی میں خوب سوچ بچار سے کام لے گی اور ماہرین کی رائے لے کر کوئی قانون بنائے گی۔ پارلیمنٹ میں اگر کوئی بل پیش کیا جائے گا تو پہلے علماء سے مشورہ کیا جائے گا۔ خود ارکانِ پارلیمنٹ کو یہ اندیشہ ہو گا کہ ایسا نہ ہو کہ ہم تو سارے پاپڑ بیل کر اس قانون کو پاس کروائیں اور کوئی جا کر عدلیہ سے یہ فتویٰ حاصل کر لے کہ یہ تو کتاب وسُنّت کے خلاف ہے' اس طرح تو ہماری تمام تر محنت کے اوپر پانی پھر جائے گا۔ اب بھی ہماری اسمبلی میں اگر کوئی بل پیش ہوتا ہے تو اس پر ماہرین کی رائے لی جاتی ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ اسمبلی میں بہت سے لوگ تو ایسے ہوتے ہیں جو کسی قانون سازی میں شریک نہیں ہوتے۔ وہ ہاتھ اٹھاتے ہوئے صرف یہ دیکھتے ہیں کہ ہمارا پارٹی لیڈر ہاتھ اٹھا رہا ہے تو ہم بھی اٹھائے دیتے ہیں۔ بہت سوں کو تو پتہ ہی نہیں ہوتا کہ کیا مسئلہ زیر بحث ہے۔ اسمبلیوں میں پہنچنے والے بہت سے لوگ بالکل اَن پڑھ ہوتے ہیں۔ لیکن اسمبلی میں ماہرین کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں جن کے ذریعے سے مسودۂ قانون کی دیکھ بھال کر کے پھر اسے پیش کیا جاتا ہے۔ تو جب دستور میں یہ طے ہو جائے گا کہ یہاں کتاب وسُنّت کے منافی کوئی قانون سازی نہیں ہو سکتی تو یہ ساری محنت و مشقت پہلے سے کی جائے گی۔ لیکن ریاست کے تینوں ستون اپنی اپنی جگہ پر کام کریں گے۔ پارلیمنٹ کا کام اجتہاد یعنی قانون سازی ہے۔ اس مقصد کے لئے پارلیمنٹ علماء کے اجتہاد سے فائدہ

اٹھائے گی کہ اس مسئلے میں مفتی تقی صاحب نے کیا رائے دی ہے، مفتی غلام سرور قادری صاحب کیا کہہ رہے ہیں، مفتی محمد خان قادری صاحب کیا رائے ظاہر کر رہے ہیں اور فلاں صاحب کیا کہہ رہے ہیں۔ آخر انہیں قانون بنانا ہے تو انہیں ملک کے اندر جو بھی اصحابِ علم ہوں گے ان کی آراء سامنے رکھنی ہوں گی۔ وہ ان آراء پر خود بھی غور و فکر کریں گے اور اپنے پاس ایسے ماہرین بھی رکھیں گے جو ان آراء کا اچھی طرح جائزہ لیں، ان کو scruitinize کریں۔ پھر اسمبلی وہ قانون پاس کرے گی۔ اس کے بعد انتظامیہ (Executive) اس قانون کو نافذ کرے گی، اور اگر یہ کتاب و سُنّت کے منافی ہے تو عدلیہ (Judiciary) اسے کالعدم قرار دے دی گی۔ چنانچہ ان ریاستی اداروں کا علیحدہ علیحدہ کام کرنا بہت ضروری ہے۔

سماجی ارتقاء کا ایک تقاضا

اس اعتبار سے میں کہا کرتا ہوں کہ مغرب میں سماجی ارتقاء کے نتیجے میں جو ادارے پروان چڑھے ہیں ہمیں انہیں اپنانا چاہئے۔ اس حوالے سے امریکہ کا صدارتی نظام ہمیں چوٹی پر کھڑا نظر آتا ہے جس میں یہ تینوں ریاستی ادارے بالکل علیحدہ علیحدہ کام کر رہے ہیں۔ جبکہ ہمارے ہاں اخبارات میں آتا رہتا ہے کہ انتظامیہ اور مقننہ کو علیحدہ کیا جائے، لیکن وہ علیحدہ ہونے میں ہی نہیں آتیں۔ ہم سے یہ ایک ہفت خواں ہی طے نہیں ہو رہا۔ ہمارے پارلیمانی نظام میں انتظامیہ اور مقننہ گڈمڈ ہیں۔ وہی اسمبلی جو وزیر اعظم کا انتخاب کرتی ہے اسی کے پاس حکومتی اختیارات ہیں۔ وہی اسمبلی مقننہ (Legislature) کی حیثیت سے قانون پاس کرتی ہے اور وہی در حقیقت Executive authority کا منبع بھی ہے۔ تو یہ دو چیزیں اس میں گڈمڈ ہو گئی ہیں، جب کہ صدارتی نظام میں انتظامی اختیار صدر کے پاس ہوتا ہے۔ صدر کا انتخاب پورے ملک کے لوگوں کی رائے سے ہونا چاہئے۔ اس کا طریقہ کیا ہو، یہ علیحدہ بات ہے۔ اب صدر کے ہاتھ میں اختیار دے دیجئے کہ وہ اپنے وزیر بھی خود منتخب کرے۔ ضروری نہیں کہ اس کے وزیر کانگرس یا سینیٹ سے ہی ہوں۔ اس لئے کہ کانگرس اور سینیٹ میں تو وہی آئے گا جو ارب پتی اور کھرب پتی

ہو۔ اور جس کے پاس الیکشن میں خرچ کرنے کے لئے پیسہ نہ ہو وہ چاہے کتنا ہی بڑا ماہرِ اقتصادیات ہو وہ پارلیمنٹ میں کیسے آجائے گا؟ جو شخص ریاست کا انتظامی سربراہ ہے اس کو اختیار حاصل ہونا چاہئے کہ وہ مالیات کے کسی ماہر کو سکریٹری مالیات بنا سکے اور خارجہ امور کے کسی ماہر کو وزیر خارجہ بنا سکے۔ کانگریس کی حیثیت مقننہ کی ہو گی جو قانون سازی کرے گی' اور اگر کانگرس ملکی دستور سے تجاوز کرتی ہے یا صدر دستور سے تجاوز کرتا ہے تو جا کر عدلیہ کے دروازے پر دستک دی جائے گی۔ اس طرح یہ تینوں ادارے بڑی حد تک خود مختار رہیں گے اور ان کا ایک دوسرے پر انحصار نہیں ہو گا۔ اسی لئے میں کہتا ہوں کہ سماجی ارتقاء کا جو عمل مغرب نے طے کیا ہے ہمیں اس سے استفادہ کرنا چاہئے۔

آپ کو خوب معلوم ہے کہ میں کسی بھی اعتبار سے "مغرب زدہ" آدمی نہیں ہوں۔ میری شکل و صورت' میری وضع قطع' میرے رہن سہن' غرضیکہ کسی اعتبار سے بھی مغرب زدگی کا کوئی احساس نہیں۔ لیکن اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ میں نے علامہ اقبال کے فکر سے استفادہ کیا ہے۔ اور اس پر میں نے ۱۹۸۶ء میں الحمرا ہال میں یومِ اقبال کے موقع پر ایک تحریری خطبہ پیش کیا تھا' جسے بعد میں "علّامہ اقبال اور ہم" نامی کتاب کے اندر شامل کر دیا گیا۔ اپنے اس خطبے میں میں نے ثابت کیا تھا کہ علامہ اقبال درحقیقت وہ شخص ہیں جنہوں نے تہذیبِ جدید کا تجزیہ کر کے اس میں سے غلط چیزوں کو چھانٹ کر علیحدہ کر دیا ہے اور جو صحیح چیزیں ہیں ان کو علیحدہ کر دیا ہے۔ اگر آپ ان صحیح چیزوں کو اختیار نہیں کریں گے تو آپ اپنے پاؤں پر کلہاڑی ماریں گے اور اگر آپ غلط چیزوں کو اختیار کرتے ہیں تو پھر آپ ویسے اپنا بیڑا غرق کرتے ہیں اور یہ طرزِ عمل آپ کی تہذیب کے منافی ہے۔ لیکن مغربی تہذیب' مغربی فکر یا مغربی اقدار کو مکمل طور پر رد کر دینا کوئی معقول روش نہیں ہے۔ یہ رویّہ کسی معقول انسان کے شایانِ شان نہیں ہے۔ اقبال نے تو کہا ہے کہ ان کے پاس جو خیر ہے' حریت و اخوت و مساوات کی جو قدریں ہیں وہ انہوں نے محمدؐ رسول اللہ ﷺ سے مستعار لی ہیں ؎

ہر کجا بینی جہانِ رنگ و بُو
زانکہ از خاکش بروید آرزو

یا زنورِ مصطفیٰ او را بہاست
یا ہنوز اندر تلاشِ مصطفیٰ است

محمدؐ رسول اللہ ﷺ کالایا ہوادین انسانی حریت و آزادی کا سب سے بڑا علمبردار ہے۔ اس دین نے انسان کو توہمات سے آزادی بخشی' بادشاہوں کے جبرو استبداد سے آزادی دلوائی' اسے نام نہاد مذہبی پیشواؤں سے آزادی دلائی جن کی مذہب پر اجارہ داری قائم تھی۔ اب کوئی مولوی یہ نہیں کہہ سکتا کہ جو میں کہتا ہوں وہ تمہیں ماننا پڑے گا۔ آپ کو حق ہے کہ آپ اس سے دلیل پوچھیں۔ آپ کہیں کہ کتاب اللہ یا سُنّتِ رسول اللہ ﷺ سے کوئی دلیل لایئے تو ہم ماننے کو تیار ہیں۔ جو شخص بھی یہ کہتا ہے کہ تم پر میری بات مانالازم ہے وہ غلط کہتا ہے۔ وہ یا تو خدائی کا دعویٰ کرتا ہے یا نبوت کا دعویدار ہے۔ اپنی دلیل سے کوئی شخص بات نہیں منوا سکتا' اسے کتاب اللہ اور سُنّتِ رسولؐ سے دلیل لانا ہوگی۔ یہی بات یہاں فرمائی گئی : "فَرُدُّوهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ" (اسے لوٹادو اللہ اور اس کے رسول کی طرف) تمہارے سارے جھگڑے یہیں طے ہوں گے۔ اس لئے کہ مستقل معاملہ صرف کتاب اللہ اور سُنّتِ رسولؐ کا ہے۔

ان آزادیوں کا تصور تو اسلام نے دیا ہے۔ اس نے نوع انسانی کو ہر طرح کی غلامی سے آزاد کرادیا ہے۔ لیکن مغرب نے اس آزادی کو مادر پدر آزادی کا درجہ دے دیا۔ چنانچہ وہ ہر شے سے آزاد ہو گئے۔ حتیٰ کہ اخلاقی حدود وقیود سے بھی آزاد ہو گئے۔ بہرحال بنیادی طور پر انہیں آزادی کا تصور اسلام ہی سے ملا تھا۔ یورپ کو بادشاہوں کی غلامی سے آزادی اور پوپ اور پوپ کے نائبین کی حکومت سے آزادی اسلام نے ہی دلوائی تھی۔ سورۃ التوبہ میں فرمایا گیا :

﴿ اِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ﴾

"یقیناً عالموں اور راہبوں کی بہت بڑی اکثریت لوگوں کا مال باطل طریقے سے ہڑپ کرتی ہے"

یورپ میں بادشاہت کا استحصالی نظام قائم تھا جس میں ایک طرف بادشاہ اور دوسری طرف

پوپ دونوں مل کر عوام کا خون چوستے تھے۔ عوام بادشاہ کو خراج ادا کرتے اور پوپ کی خدمت میں نذرانہ پیش کرتے۔ اور صرف یورپ ہی نہیں پوری دنیا میں اسی طرح کا استحصالی نظام قائم تھا۔ مذہبی پیشوا کہیں پوپ اور پادری کی شکل میں نذرانے وصول کرتے تھے اور کہیں پنڈت اور پروہت کی صورت میں۔ وہ لوگوں سے کہتے کہ ہم اس بُت کے پروہت ہیں جو اصل میں دیوتا کا مظہر ہے' ہمیں خوش کرو گے تو اس دیوتا کی نظرِ کرم تم پر ہو گی۔ للٰہذا سومنات کے تہہ خانے سونے اور چاندی سے بھرے پڑے تھے۔ اب کچھ ایسا ہی حال ہمارے گدّی نشین پیروں کا ہے۔ درباروں اور مزاروں پر چڑھاوے چڑھائے جا رہے ہیں۔ "داتا دربار" پر سو سو دیگیں چڑھ رہی ہیں اور سب کو معلوم ہے کہ یہ چڑھاوے چڑھانے کون آتے ہیں۔ ظاہر بات ہے وہ اپنے حرام کو حلال کروانے کے لئے آتے ہیں۔ (جس کو آج کل دنیا میں لانڈرنگ کہا جاتا ہے اور جو بی۔ سی۔ سی۔ آئی کا سب سے بڑا جرم قرار دیا گیا تھا)۔ ان کا نظریہ ہے کہ ہر طرح کے حرام ذرائع سے کمائی کرو' لیکن یہاں آکر چڑھاوا چڑھا دو تو سب پاک اور صاف ہو جائے گا۔

اسلامی قانون کی تدوینِ نو کی ضرورت

عہدِ حاضر میں اجتہاد کے ضمن میں عام طور پر ایک مغالطہ یہ پایا جاتا ہے کہ عہدِ حاضر کی اسلامی ریاست میں قانون سازی کا کوئی زیادہ سکوپ نہیں ہو گا' اس لئے کہ قانون تو سارا بنا ہوا ہے۔ یہ بہت بڑا مغالطہ ہے۔ جب اسلامی ریاست وجود میں آئے گی تو اسلامی قوانین کی تقریباً نئے سرے سے تدوین ہو گی۔ اس لئے بھی کہ اسلامی قوانین اس انداز سے مرتّب شدہ موجود نہیں ہیں جس شکل میں آجکل دنیا میں رواج ہے کہ تمام قوانین دفعہ وار اور شق وار مرتب انداز میں موجود ہوں جو عدالت کے سامنے بھی ہوں اور وکیلوں کے سامنے بھی۔ جب عدالت میں کوئی مقدمہ زیر بحث آتا ہے تو فلاں دفعہ کی فلاں شق کے حوالے سے بات ہوتی ہے۔ چنانچہ اب ہمیں یہ چیزیں اس شکل میں لانی پڑیں گی۔ پاکستان کوئی چھوٹا سا ملک نہیں ہے' بہت بڑا ملک ہے اور اس کے اندر اب سینکڑوں عدالتیں ہیں۔ کئی تو ہائی کورٹس ہیں۔ کم از کم آٹھ دس تو ہائی کورٹ کے جج ہوں گے۔ تو

آخر کوئی قانون مدون ہونا چاہئے۔

پھر اس میں یہ بات بھی اہم ہے کہ مباح کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ دیکھئے' قانون سازی میں ایک اصول سمجھ لیجئے کہ ہر شے مباح ہے' اِلّا یہ کہ کسی شے کے بارے میں ثابت ہو جائے کہ وہ حرام ہے۔ اگر اصول یہ ہوتا کہ ہر شے حرام ہے جب تک کہ ثابت نہ ہو جائے کہ حلال ہے تو حلال کا دائرہ بہت سکڑ جاتا۔ لیکن اسلام میں اصول یہ ہے کہ اصلاً ہر شے میں اباحت ہے' یعنی ہر شے جائز ہے' اِلّا یہ کہ ثابت کر دیا جائے کہ وہ حرام ہے۔ چنانچہ مباح کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ جس شے کو حرام ثابت نہ کیا جاسکے وہ مباح ہے' چاہے اس کے حلال ہونے کی کوئی مثبت دلیل نہ لائی جاسکتی ہو۔

اسلامی قانون کی تدوینِ نو کے لئے دو طریقے اختیار کئے جاسکتے ہیں۔ ایک یہ کہ چونکہ اس ملک کے عوام کی عظیم اکثریت اہل سُنّت والجماعت حنفی ہے' لہٰذا قانون سازی یعنی اجتہاد میں مسلکِ حنفی کے اصولوں ہی کو مدِ نظر رکھا جائے۔ جیسے کہ ایران میں یہ طے کر دیا گیا ہے کہ یہاں کا پبلک لاء فقہ جعفریہ کے مطابق ہوگا اور باقی سب جتنے سُنّی مسلمان وہاں رہیں انہیں اپنے پرسنل لاء میں پوری آزادی ہوگی۔ یعنی نماز جیسے چاہیں پڑھیں' روزہ جس وقت چاہیں بند کریں اور جس وقت چاہیں کھولیں۔ صاف ظاہر ہے کہ ایک ملک میں پبلک لاء تو دو نہیں ہوسکتے۔ شیعہ اکثریت کے ملک میں وہ فقہ جعفریہ ہی ہوگا۔ اسی طرح پاکستان میں یہ طے کر دیا جائے کہ یہاں پر پارلیمنٹ کے اندر قانون سازی کا جو عمل ہوگا وہ فقہ حنفی کے اصولوں کے مطابق ہوگا۔ اگر ایسا ہو جائے تو یہ بھی ایک درست طریق کار ہوگا۔ لیکن ایک دوسرا راستہ یہ ہے کہ اہلِ سُنّت کی چاروں فقہوں سے استفادہ کیا جائے۔ فقہ حنفی' فقہ مالکی' فقہ شافعی اور فقہ حنبلی کے ائمہ فقہا کو ہم یہ سمجھیں کہ یہ سب ہمارے بزرگ ہیں' یہ سب اہل سنّت کے ائمہ ہیں۔ چنانچہ ان سب کے اجتہادات کو ایک مشترکہ وراثتِ علمی سمجھا جائے' اور بنیادی طور پر یہ بات طے ہو جائے کہ قانون سازی میں کتاب و سُنّت کی حدود سے تجاوز نہیں ہوگا۔

ان دونوں باتوں میں سے میرے نزدیک دوسری بات بہت بہتر ہے۔ اور بعض معاملات میں ہمارے سامنے ایسی مثالیں بھی موجود ہیں کہ ہمارے بزرگوں نے حنفی ہوتے

ہوئے کسی دوسری فقہ کا موقف اختیار کیا۔ اسے "تلفیق بین المذاہب" کہا جاتا ہے۔ ہمارے ہاں جو بہت سخت قسم کے مقلّد حنفی ہیں وہ تو تلفیق کا نام سننے کو بھی تیار نہیں ہیں، وہ تو اس بات کو بہت ہی برا سمجھتے ہیں کہ ایک امام کا مقلّد کسی دوسرے امام کی رائے کو راجح قرار دے کر قبول کرلے۔ لیکن ایک فقہی مسئلے میں ہمارے ہاں ایک بہت بڑی شخصیت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اجتہاد کیا اور فقہ حنفی کی بجائے فقہ مالکی کے موقف کے مطابق فتویٰ دیا اور اس مسئلے پر انہیں بہت سے ہم عصر حنفی علماء کی تائید بھی حاصل تھی۔ یہ مسئلہ اس عورت کی عِدّت سے متعلق ہے جس کا شوہر مفقود الخبر ہو جائے۔ یعنی جس شخص کے بارے میں پتہ ہی نہ ہو کہ وہ کہاں گیا، زندہ بھی ہے یا نہیں، یا کہیں پر قید ہے تو کہاں ہے۔ اس کے بارے میں کوئی خبر ہی نہیں ـــــ تو وہ عورت کتنے عرصے تک اپنے شوہر کا انتظار کرے؟ کیا ساری عمر اسی طرح معلّق رہتے ہوئے گزار دے کہ نہ وہ شوہر والی ہے نہ بے شوہر کے ہے۔ وہ دوسری شادی اس لئے نہیں کرسکتی کہ نہ تو اس کے شوہر نے اسے طلاق دی ہے نہ اس نے خلع حاصل کیا ہے۔ تو ایسی عورت کیا کرے؟ کتنا عرصہ اپنے شوہر کا انتظار کرے؟ میں نے اس موضوع پر کبھی تحقیق نہیں کی، لیکن یہ جان کر حیرت سی ہوتی ہے کہ فقہ حنفی میں کہیں یہ لکھا ہوا آگیا کہ ایسی عورت نوے برس انتظار کرے گی۔ اب اس کا امکان کم ہی ہے کہ وہ عورت نوے برس مزید زندہ رہے۔ اور اگر وہ زندہ رہ بھی گئی ہو اور ۱۲۰ برس کی بڑھیا ہو چکی ہو تو اس سے نکاح کس نے کرنا ہے؟۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ کو یہ احساس ہوا کہ اس مسئلے میں ہماری فقہ کا موقف قابل عمل نہیں ہے۔ لہٰذا انہوں نے فقہ مالکیؒ کی رو سے فتویٰ دیا کہ اسے چار سال تک انتظار کرنا ہوگا۔ اگر چار سال تک اس کے شوہر کی کوئی خبر نہیں آتی تو وہ عدالت میں جا کر وہاں سے یہ فتویٰ لے سکتی ہے کہ اب یہ بغیر شوہر کے ہے اور اس کی شادی ہو سکتی ہے۔ میں اسی پر قیاس کر کے کہہ رہا ہوں کہ میرے نزدیک اہل سنت کی تمام فقہیں ہمارا مشترک علمی ورثہ ہیں اور ہمیں ان سے استفادہ کرنا چاہئے۔

فقہی مسائل کے ضمن میں میرا ذاتی طرزِ عمل

ذاتی سطح پر فقہی مسائل میں میرا جو طرزِ عمل ہے وہ میں آپ کے سامنے رکھ دیتا ہوں۔ میں خود فقیہہ ہوں نہ مجتہد۔ میں تو علامہ اقبال کا شاگرد ہوں' جنہوں نے خود یہ کہا تھا کہ ع "میں نہ عارف' نہ مجدّد' نہ محدّث' نہ فقیہہ"۔ تو میں بھی کچھ نہیں ہوں' قرآن مجید کا ادنیٰ طالب علم اور دین کا ادنیٰ خادم ہوں۔ اس سے آگے کچھ بھی نہیں۔ تو میں نے ذاتی سطح پر یہ طے کیا ہے کہ اگر کسی مسئلے میں اہلِ سُنّت کی چاروں فقہیں' فقہ مالکی' فقہ شافعی' فقہ حنفی' اور فقہ حنبلی متفق ہوں تو میں اس سے کہیں بھی اِدھر اُدھر نہیں جاؤں گا۔ اس لئے کہ میں چار کا مقلّد ہوں' ایک کا نہیں۔ اور اگر کسی مسئلے میں ان کے مابین اختلاف ہے تو پھر فقہ حنفی بھی ہماری فقہ ہے اور فقہ شافعی بھی ہماری فقہ ہے۔ ہم اس مسئلے کے بارے میں چاروں میں سے کسی ایک فقہ کا موقف اختیار کر سکتے ہیں۔ بہرحال یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔ اگر بالفرض ایسی صورت پیش آجائے کہ کسی مسئلے میں چاروں فقہیں تو متفق ہوں لیکن میرا ذہن اس رائے کو قبول نہ کر رہا ہو تو میں اس بارے میں اپنی کوئی رائے پیش نہیں کروں گا بلکہ ائمہ فقہاء کی متفق علیہ رائے ہی کو قبول کروں گا اور ان چاروں فقہوں سے باہر نہیں جاؤں گا۔ اس لئے کہ ہماری عقل محدود ہے۔ بہت سی چیزیں قرآن میں ایسی ہو سکتی ہیں جو ہماری عقل میں نہ آئیں تو کیا ہم انہیں رد کر دیں گے؟ اسی طرح کوئی صحیح حدیث اگر ہمارے عقلی معیار پر پوری نہ اترتی ہو تو ہمیں اپنی عقل کو رد کر کے اس حدیث کو قبول کرنا ہو گا۔ ایسے ہی اگر چاروں ائمہ کسی چیز پر متفق ہوں تو میں نے اپنے لئے طے کر رکھا ہے کہ خواہ میری عقل اس سے اباء کر رہی ہو' میں اس کی پابندی کروں گا۔ لیکن جہاں کہیں ان میں اختلاف ہو وہاں میں کسی ایک فقہ کا موقف اختیار کرنے کا قائل ہوں۔

البتہ ریاستی سطح پر' جیسا کہ میں نے عرض کیا' مجھے دونوں طریقے پسند ہیں' جن میں سے ایک کا انتخاب کیا جا سکتا ہے' تاکہ یہ سیکولر نظام نہ چلتا رہے۔ اللہ کرے اس کا بیڑا غرق ہو۔ اللہ کرے کہ یہاں کے عوام میں یہ عزم و ارادہ پیدا ہو کہ ہمیں اسلام کے مطابق

اپنی زندگیاں گزار رہی ہیں، ہمیں اسلام پر جینا ہے اور ایمان پر مرنا ہے۔ اللہ کرے کہ یہاں اسلام کا قانون نافذ ہو ـــــ اور اس کی دو صورتیں میں نے عرض کی ہیں۔ ایک یہ کہ ہم یہ طے کرلیں کہ قانون سازی کتاب و سنّت کے دائرے کے اندر اندر ہوگی اور تمام فقہوں کو ہم اپنا مشترک علمی ورثہ سمجھتے ہوئے ان میں بیان کردہ مسائل کو نظائر کی حیثیت سے سامنے رکھیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ فقہ حنفی کے اصولوں کے مطابق قانون سازی ہو۔ سیکولر نظام سے تو بہتر ہے کہ چاروں فقہوں میں سے کسی بھی ایک فقہ کو اختیار کرلیا جائے۔ فقہ حنفی کا نام میں اس لئے لے رہا ہوں کہ یہ اکثریت کی فقہ ہے۔

اقول قولی ھذا واستغفر اللہ لی ولکم ولسائر المسلمین والمسلمات ○○

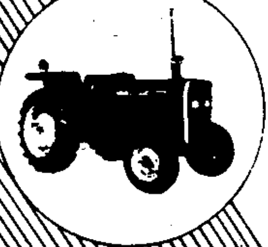

فون : 7725961
7725962
200960

میسی ہاؤس

نظام آٹو مارکیٹ بادامی باغ لاہور

پروپرائٹر۔ طارق محمود خواجہ

جینوئن انجن اوورہالنگ ٹریکٹر پارٹس

اُمّتِ مسلمہ کی عمر(۵)

اور
مستقبل قریب میں مہدی کے ظہور کا امکان

امین محمد جمال الدین
شعبۂ دعوت وثقافت' دعوت اسلامی کالج' جامعہ الازہر

کی معرکۃ الآراء کتاب "عمرامۃ الإسلام وقرب ظہور المَہدی" کا

چوتھا باب

مترجم : پروفیسر خورشید عالم' قرآن کالج لاہور

فصل اول

مسیحِ دجّال۔ علاماتِ کبریٰ میں سے پہلی علامت

المسیح (میم پر زبر اور سین غیر منقوطہ مخففہ کے نیچے زیر اور حاء غیر منقوطہ کے ساتھ) بخاری اور مسلم کی تمام روایات میں اسی طرح آیا ہے۔ حافظ ابن حجر فتح الباری میں کہتے ہیں جو اسے خاء منقوطہ کے ساتھ پڑھتا ہے وہ اس میں تحریف کرتا ہے[۱]
وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ قاضی ابن العربی نے مبالغہ کرتے ہوئے کہا ہے "کچھ لوگوں کو ٹھوکر لگی ہے وہ اسے مسیخ خاء معجمہ کے ساتھ اور بعض اسے سین کی شد کے ساتھ اس لئے روایت کرتے ہیں تاکہ وہ اس میں اور مسیح بن مریم میں تمیز کر سکیں' حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کو "گمراہ مسیح" اور عیسیٰؑ کو "ہدایت یافتہ مسیح" کہہ کر دونوں کے درمیان تمیز کر دی ہے۔ ان لوگوں نے حضرت عیسیٰ کی تعظیم کی خاطر حدیث میں تحریف کر

دی (یعنی انہوں نے لفظ مسیح کو خاء معجمہ اور سین شد کے ساتھ پڑھ دیا)۔ {۲}

لفظ مسیح کا اطلاق دجال پر بھی ہوتا ہے اور عیسیٰ بن مریم پر بھی۔ جب یہ دجال کے لئے استعمال ہو تو مسیح دجال استعمال ہوتا ہے اور جب صرف مسیح کہا جائے تو اس سے مراد عیسیٰ بن مریم ہوتا ہے۔

دجال کو مسیح اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس کی دائیں آنکھ مٹی ہوئی بے نور ہوگی اور اس کی دائیں بھنویں بھی صاف ہوں گی یا اس لئے مسیح کہا جاتا ہے کیونکہ وہ ساری زمین پر گھومے پھرے گا۔ اسی طرح عیسیٰ بن مریم بھی زمین میں گھومیں پھریں گے' یا اس لئے کہ وہ بیمار انسانوں پر اپنا ہاتھ پھیرتے تھے تو ان کو اللہ شفاء دے دیتا تھا۔{۳} رہا لفظ دجّال' اس کے پہلے حرف پر زبر ہے اور دوسرا حرف مشدّد ہے۔ اس کے معنی ہیں چھپانا' کیونکہ وہ باطل سے حق کو چھپاتا ہے۔ مسیح دجّال پہلا دجال نہیں ہے بلکہ وہ دجالوں کے سلسلہ کا آخری دجال ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ "قیامت سے پہلے تیس جھوٹے دجال آئیں گے"۔ {۴}

اس بات کی تحقیق کہ دجّال قیامت کی بڑی نشانیوں میں سے پہلی نشانی ہے

مسیح دجال کا ظہور قیامت کی دس بڑی علامتوں میں سے پہلی علامت ہے جن کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نے یکجا سمیٹ دیا ہے۔ ان شاء اللہ ہم اس حدیث کو اگلے باب میں بیان کریں گے جس کا عنوان "قیامت کی بڑی نشانیاں" ہے۔

کچھ بھلے اہل علم کا خیال ہے کہ سورج کا مغرب سے طلوع ہونا بڑی علامات میں سے پہلی علامت ہے۔ اس سلسلہ میں وہ اس صحیح حدیث کی سند پیش کرتے ہیں جسے عبداللہ بن عمرو بن العاص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً روایت کیا ہے' آپ نے فرمایا "نشانیوں میں سے پہلی نشانی سورج کا مغرب سے طلوع ہونا اور دن چڑھے دابّہ (جانور) کا لوگوں کے سامنے نکلنا ہے۔ ان دونوں نشانیوں میں سے جو نشانی پہلے ظاہر ہوگی دوسری جلد ہی اس کے بعد ظاہر ہو جائے گی"۔ {۵}

ان کی یہ رائے درست نہیں ہے۔ مغرب سے طلوع آفتاب سے پہلے تین بڑی

علامتوں کا ظہور ہو گا۔ پہلی خروجِ دجال، دوسری عیسیٰؑ کا نزول اور تیسری یاجوج ماجوج کا خروج ہے۔

اس کی تحقیق میں درج ذیل گزارشات پیش خدمت ہیں۔

ا۔ مغرب سے طلوع آفتاب کے ساتھ ہی توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ اُس وقت اس آدمی کو ذرا بھی فائدہ نہ ہو گا جو پہلے ایمان سے محروم رہا یا جس نے اپنے ایمان کی وجہ سے کوئی نیکی نہ کمائی ہو۔ لیکن یہ تو طے شدہ بات ہے کہ عیسیٰ بن مریمؑ نازل ہو کر لوگوں کو ایمان کی دعوت دیں گے اور عیسائی اقوام ان پر ایمان لے آئیں گی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اور کوئی شخص اہلِ کتاب میں ایسا نہیں رہے گا مگر یہ کہ وہ عیسیٰؑ پر ان کے مرنے سے پہلے ایمان لائے گا اور قیامت کے روز وہ ان پر گواہی دیں گے" (۱۵۹:۴)۔ اگر اس واقعہ سے پہلے مغرب سے طلوع آفتاب کی علامت ظاہر ہو چکی ہوتی تو ایمان سے ان کو کچھ فائدہ نہ ہوتا۔

حافظ ابن حجر کا قول ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے قتل کرنے تک دجال کا قیام، پھر حضرت عیسیٰؑ کا قیام اور یاجوج ماجوج کا خروج یہ سب واقعات مغرب سے طلوع آفتاب سے پہلے ہوں گے۔ سب روایات ترجیحی طور پر یہی بتاتی ہیں کہ دجال کا خروج ان بڑی علامات میں سے پہلی علامت ہے جو روئے زمین کے بیشتر حصوں میں عام حالات کی تبدیلی کا پتہ دیں گی۔ اور یہ سلسلہ حضرت عیسیٰؑ کی وفات کے ساتھ ختم ہو جائے گا۔ مغرب سے طلوع آفتاب ان بڑی علامات میں سے پہلی علامت ہے جو عالمِ بالا کے حالات کی تبدیلی کا پتہ دیں گی اور قیامت کے ساتھ یہ نشانیاں بھی ختم ہو جائیں گی"۔ {۶}

بیہقی نے البعث والنشور میں کہا ہے، حلیمی کا بیان ہے کہ پہلی نشانی دجال کا ظہور ہے، پھر عیسیٰؑ کا نزول۔ کیونکہ اگر عیسیٰؑ کے نزول سے پہلے آفتاب مغرب سے طلوع ہوتا تو ان کے زمانے میں کافروں کے ایمان لانے کا کچھ فائدہ نہ ہوتا۔ مگر ان کو تو فائدہ ہو گا کیونکہ اگر فائدہ نہ ہوتا تو ان کے اسلام لانے کی وجہ سے دین ایک نہ ہوتا۔ {۷}

ابن حجر اور بیہقی کی اس رائے کو ابن کثیر نے بھی اختیار کیا ہے مگر اس کی توجیہہ دوسرے طریقے سے کی ہے۔ وہ حدیث "بے شک سب سے پہلی نشانی آفتاب کا مغرب

سے طلوع ہونا ہے" کو بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ "غیر معروف نشانیوں میں سے پہلی نشانی"۔ خواہ دجال کا ظہور، آسمان سے عیسیٰؑ کا نزول اور اسی طرح یاجوج ماجوج کا خروج اس سے پہلے ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ یہ تو سب معروف علامتیں ہیں کیونکہ وہ بشر ہیں جن کا سب لوگ مشاہدہ کرتے ہیں اور جو انسانوں میں متعارف ہیں..... یہاں تک کہ وہ فرماتے ہیں کہ مغرب سے طلوع آفتاب خلافِ عادت چیز ہے اور آسمانی نشانی ہے۔{۸}

دوسرے یہ ضروری ہے کہ دجال کے ظہور، عیسیٰؑ کے نزول اور یاجوج ماجوج کے خروج جیسی علامات مغرب سے طلوع آفتاب سے پہلے واقع ہوں کیونکہ دجال کے قتل اور یاجوج ماجوج کی تباہی کے سات سال بعد تک عیسیٰؑ زندہ رہیں گے جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ چالیس برس تک زندہ رہیں گے جیسا کہ ابو درداءؓ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے۔ پھر اس کے بعد پہلی علامت ظاہر ہوگی جس کے بعد علامتوں کا ایک سلسلہ شروع ہو جائے گا"۔ بالکل اسی طرح جیسے موتیوں کی لڑی کے ٹوٹ جانے سے موتی پے بہ پے تیزی سے گرتے جاتے ہیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے "یہ نشانیاں ایک لڑی میں پروئے ہوئے موتیوں کی مانند ہیں جس کے ٹوٹ جانے سے وہ یکے بعد دیگرے گرنے لگ جاتے ہیں"۔{۹}

ابو العالیہ کی مرسل روایت میں ہے "یہ سب علامات چھ ماہ میں مکمل ہو جائیں گی اور ابو ہریرہ کی روایت کے مطابق وہ آٹھ ماہ میں مکمل ہو جائیں گی۔{۱۰}

ایسی مختلف روایات ہیں جو یہ تعین کرتی ہیں کہ عیسیٰؑ سات برس یا چالیس برس زمین پر باقی رہیں گے اور ایسی روایات بھی ہیں جن کی رو سے نشانیوں کا تیزی کے ساتھ یکے بعد دیگرے ظہور ہوگا۔ دونوں قسم کی روایات میں موافقت صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب ہم تسلیم کرلیں کہ عیسیٰؑ کا نزول اور دجال کی ہلاکت اور یاجوج ماجوج کی تباہی کے بعد زمین پر ان کی بقا مغرب سے طلوع آفتاب سے پہلے ہوگی اور سب سے آخر میں ان علامات کا ظہور ہوگا جو ایک لڑی میں پروئے ہوئے موتیوں کی مانند ہیں۔ یہ بڑی تیزی کے ساتھ واقع ہوں گی۔ اس رائے کو اپنائے بغیر ان احادیث کے درمیان کوئی موافقت نہیں ہو سکتی۔

ہم نے اس مسئلہ پر تفصیل سے بحث کی ہے کیونکہ یہ بڑا اہم مسئلہ ہے وگرنہ لوگ دجال کے معاملہ میں شبہ میں پڑ جاتے کہ آیا اس کا خروج مغرب سے طلوع آفتاب سے پہلے ہو گا' کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ دس بڑی علامتوں میں سے یہ پہلی علامت ہے۔ اس بناء پر ہم یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ دجال کا خروج قیامت کی دس بڑی علامتوں میں سے پہلی علامت ہے۔ اللہ کے بندو! اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو۔ اس کے معاملے میں تمہیں کسی قسم کا شبہ نہیں ہونا چاہئے۔

<u>فصل دوم</u>

مسیح الدّجّال کی تعریف

دجال آدم زاد ہے' یہودی ہے' پیدائشی طور پر اس کی شکل مسخ شدہ ہے' ساخت و پرداخت اور میلانات کے اعتبار سے شیطان اور ظاہری شکل و صورت کے اعتبار سے بھی شیطان ہے۔ اس کے ارد گرد شیطانوں کا گھیرا ہو گا۔ ۷۰ ہزار جبہ پوش یہودی اس کے پیروکار ہوں گے۔ اس کے والدین کے متعلق اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ "تیس برس تک دجال کے باپ کے ہاں کوئی بچہ نہ ہو گا' پھر اس کے یہاں ایک کانا بچہ پیدا ہو گا جس کا نفع سب سے کم اور نقصان سب سے زیادہ ہو گا۔ اس کی آنکھ تو سوئے گی مگر اس کا دل نہیں سوئے گا"۔ پھر اس کے والدین کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا : "اس کا باپ دراز قد ہو گا جس کا گوشت تھرکتا ہو گا۔ اس کی ناک لمبی ہو گی بالکل چونچ کی طرح۔ اس کی ماں کے پستان بڑے ہوں گے"۔[11] اس کی شکل و صورت کو تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کامل و مکمل طور پر ہمارے لئے بیان فرمایا ہے جس کے باعث اسے پہچاننے میں کوئی شک و شبہ نہیں رہ جاتا۔ کچھ علامتیں تو دور سے نظر آ جائیں گی اور کچھ قریب سے۔

جب آپ اسے دور سے آتا ہوا دیکھیں گے تو وہ آپ کو کوتاہ قد کا عظیم الجثہ آدمی نظر آئے گا۔ رنگ اس کا گندمی اور سرخ ہو گا' اس کی جلد صاف ہو گی اور اس کے رخسار

لال۔ اس کا سر اژدہے {۱۲} کی مانند بڑا ہو گا' اس کے بال سخت گھنگریالے ہوں گے {۱۳}
یوں لگے گا جیسے ان میں پانی اور ریت ملی ہوئی ہے۔ بہت گھنے ہوں گے' یوں معلوم ہو گا کہ
اس کے بال درخت کی ٹہنیاں ہیں {۱۴} اس کے قدموں کے اگلے حصے قریب قریب ہوں
گے اور پچھلے حصے ہٹے ہوئے۔ اگر آپ اس کو قریب سے دیکھیں گے تو وہ شیطان کی شکل
کا ہو گا۔ اس کے چہرے کی دائیں جانب بالکل سپاٹ ہو گی' نہ اس میں آنکھ ہو گی نہ ابرو۔
اس کی بائیں آنکھ بہت ہی روشن اور سبز رنگ کی ہو گی۔ ایسے لگے گا جیسے ستارہ ہے جو
موتی کی مانند چمک رہا ہے' گویا کہ وہ ابھرا ہوا سبز رنگ کا فانوس ہے جو اس کے رخسار پر
اس طرح لٹک رہا ہے جیسے تیرتا ہوا انگور کا دانہ یا دیوار پر پڑا رینٹ۔ اس کا مطلب یہ ہوا
کہ وہ کانا ہو گا' دائیں آنکھ مٹی ہوئی ہو گی جس میں کوئی نور نہیں ہو گا' بائیں آنکھ ابھری
ہوئی تیرتی ہوئی اور اس کے رخساروں پر لٹکی ہوئی ہو گی {۱۵}

دجال کی اتنی مکمل تعریف ہی کافی تھی مگر اللہ کو منظور تھا کہ اس کا حلیہ ہمارے لئے
اور بھی واضح ہو جائے اور اس کا کوئی گوشہ بھی مخفی نہ رہے۔ چنانچہ رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے اس کا جامع وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ "اس کی دونوں آنکھوں کے
درمیان لفظ "کافر" لکھا ہو گا"۔ اللہ کے رسولؐ نے اس کے ہجے کئے (یعنی ک۔ ف۔ ر)
"اس لفظ کو ہر پڑھا اور ان پڑھ مومن پڑھ سکے گا"۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس وصف کے
بعد بھی وہ لوگوں کی نظروں سے اوجھل رہے گا"۔ {۱۶}

بعض احادیث جو دجال کے وصف میں وارد ہوئی ہیں۔

۱) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "وہ بھاری بھرکم آدمی ہو گا' جس کا رنگ سرخ' بال گھنگریالے اور آنکھ کانی ہو گی"۔ {۱۷}

۲) اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا "بے شک مسیح دجال کوتاہ قامت ہو گا قدم کے اگلے حصے قریب اور ایڑیاں دور ہوں گے اور آنکھ مٹی ہوئی کانی ہو گی"۔ {۱۸}

۳) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بے شک دجال کے سر کے پیچھے بالوں کے گچھے کی لٹ ہو گی"۔ {۱۹}

۴) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بے شک دجال کی بائیں آنکھ مٹی ہوئی

ہو گی"۔[۲۰]

۵) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اس کی دائیں آنکھ کانی ہو گی گویا کہ تیرتا ہوا انگور کا دانہ "۔[۲۱]

۶) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " دیکھو وہ کانا ہو گا اور تمہارا رب تو یک چشم نہیں ہے۔ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لفظ کافر لکھا ہو گا جسے ہر مومن پڑھ سکے گا"۔[۲۲] اور ایک روایت میں ہے"ک۔ف۔ر دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہو گا"۔[۲۳]

فصل سوم

دجّال کا ٹھکانہ (اِس وقت وہ کہاں ہے)

مسیح دجال اس وقت زندہ ہے' کھاپی رہا ہے مگر وہ معیّنہ مدت کے لئے جزیرہ کے ایک گرجے میں بند ہے۔ یہ گرجا کہاں ہے؟ کس نے دجال کو بند کر رکھا ہے؟ کیا دجال یہودی شکاری کالڑکا ہے؟

سب سے پہلے ہم جَسّاسَہ (جاسوس) کے قصے والی حدیث بیان کرتے ہیں جسے صحیح مسلم میں فاطمہ بنت قیس کی روایت سے بیان کیا گیا ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ڈھنڈورچی کو ڈھنڈورا پیٹتے سنا کہ نماز باجماعت ہو گی' چنانچہ میں نے بھی رسولِ خدا کے ساتھ نماز پڑھی۔ میں عورتوں کی صف میں تھی جو مَردوں کے پیچھے ہوتی ہے۔ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے تو وہ منبر پر ہنستے ہنستے تشریف فرما ہوئے۔ پھر آپؐ نے فرمایا : جانتے ہو میں نے تمہیں کیوں جمع کیا ہے؟ لوگوں نے کہا : اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: اللہ کی قسم میں نے تمہیں نہ تو کسی چیز کا شوق دلانے کے لئے جمع کیا ہے اور نہ کسی چیز سے ڈرانے دھمکانے کی خاطر جمع کیا ہے بلکہ میں نے تمہیں یہ بتانے کے لئے جمع کیا ہے کہ تمیم داری عیسائی تھا۔ وہ آیا اس نے بیعت کی اور اسلام میں داخل ہو گیا۔ اس نے مجھے ایسا قصہ سنایا جو اس قصہ سے لگا کھاتا ہے

جو میں تمہیں مسیح دجال کے بارے میں سنایا کرتا ہوں۔

"اس نے مجھے بتایا کہ وہ لخم اور جذام قبیلہ کے تیس آدمیوں کے ہمراہ ایک سمندری کشتی پر سوار ہوا۔ موجیں مہینہ بھران کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرتی رہیں یہاں تک کہ وہ ایک سمندری جزیرے پر لنگر انداز ہو گئے۔ اس وقت سورج ڈوب چکا تھا۔ وہ ایک چھوٹی کشتی میں بیٹھ کر جزیرے میں داخل ہوئے جب وہ جزیرے میں داخل ہوئے تو ان کو ایک جانور ملا جس کے جسم پر بہت سے بال تھے' بالوں کی کثرت کی وجہ سے انہیں اس کے آگے پیچھے کا کوئی پتہ نہیں چل رہا تھا۔ انہوں نے کہا تیرا ناس ہو کیا چیز ہے؟ اس نے کہا کہ میں جتاسہ (جاسوس) ہوں۔ انہوں نے پوچھا یہ جساسہ کیا چیز ہے؟ اس نے کہا اے لوگو! دیر میں موجود اس آدمی کی طرف جاؤ' وہ تمہاری خبریں سننے کا بڑے شوق سے انتظار کر رہا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ جب اس نے آدمی کا نام لیا تو ہمیں خوف لاحق ہوا کہ کہیں یہ جانور شیطان ہی نہ ہو۔ راوی کہتا ہے پھر ہم جلدی سے چلے اور گرجے میں داخل ہو گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ بھاری بھرکم شکل وصورت کا ایک آدمی ہے جس کے گھٹنوں سے لے کر ٹخنوں کے درمیان اس کے دونوں ہاتھ اس کی گردن کے ساتھ لوہے کی زنجیروں سے مضبوطی سے بندھے ہوئے ہیں۔ ہم نے پوچھا: تیرا ناس ہو تو کیا چیز ہے؟ اس نے کہا: میرا پتہ تو تمہیں چل ہی گیا ہے' یہ بتاؤ کہ تم کون ہو؟ ہم نے کہا ہم عربی ہیں۔ ایک سمندری کشتی میں سوار ہوئے' سمندر موجزن تھا' مہینہ بھر موجیں ہمارے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرتی رہیں' یہاں تک کہ ہم تیرے اس جزیرے کے کنارے لگ گئے۔ جو کشتی دستیاب تھی اس میں بیٹھ کر ہم جزیرے میں داخل ہوئے' وہاں ہمیں ایک جانور ملا جس کے بدن پر بہت سے بال تھے' بالوں کی کثرت کی وجہ سے اس کے آگے پیچھے کا پتہ نہیں چلتا تھا۔ ہم نے اس سے پوچھا: تیرا ناس ہو! تو کیا چیز ہے؟ اس نے کہا میں جساسہ (جاسوس) ہوں۔ ہم نے پوچھا یہ جساسہ کیا ہے؟ اس نے کہا دیر میں موجود اس آدمی کی طرف جاؤ وہ تمہاری خبریں سننے کا بہت شوق سے انتظار کر رہا ہے۔ ہم بھاگم بھاگ تمہاری طرف آ گئے۔ ہم تو اس سے خوفزدہ ہو گئے تھے اور خدشہ لاحق ہو گیا تھا کہ کہیں وہ شیطان ہی نہ ہو۔ اس نے پوچھا: مجھے بیسان کے نخلستان کا حال بتاؤ۔ ہم نے کہا اس نخلستان کے بارے میں کونسی بات پوچھنا

چاہتا ہے؟ اس نے کہا کہ میں پوچھ رہا ہوں کہ کیا نخلستان بار آور ہوا ہے؟ ہم نے کہا: ہاں۔ اس نے کہا کہ جلد ہی وہ بے بار ہو جائے گا۔ پھر اس نے پوچھا: مجھے بحیرہ طبریہ کے بارے میں بتائیے۔ ہم نے پوچھا اس کی کونسی بات معلوم کرنا چاہتے ہو؟ اس نے کہا کہ کیا اس میں پانی ہے؟ ہم نے کہا: اس میں بہت پانی ہے۔ اس نے کہا: اس کا پانی جلد ختم ہو جائے گا۔ پھر اس نے کہا: مجھے زغر کے چشمہ کے بارے میں بتائیے۔ ہم نے کہا: کونسی بات معلوم کرنا چاہتے ہو۔ اس نے کہا: کیا چشمے میں پانی ہے اور وہاں رہنے والے اس پانی سے کھیتی باڑی کرتے ہیں؟ ہم نے کہا کہ ہاں وہاں پانی بہت ہے اور لوگ کھیتی باڑی کرتے ہیں۔ پھر اس نے پوچھا کہ مجھے اُمیوں کے نبیؐ کے متعلق بتائیے وہ کیا کر رہے ہیں۔ ہم نے کہا وہ مکہ سے نکل کر یثرب میں قیام پذیر ہیں۔ اس نے پوچھا: کیا عربوں نے اس کے ساتھ جنگ کی ہے؟ ہم نے کہا کہ ہاں۔ اس نے پوچھا: اس نے ان کا کیسے مقابلہ کیا؟ ہم نے اسے بتایا کہ وہ قریب قریب کے عربوں پر غالب آ چکے ہیں' انہوں نے اس کی اطاعت قبول کر لی ہے۔ اس نے پوچھا: کیا واقعی ایسا ہوا ہے؟ ہم نے کہا ہاں۔ اس نے کہا: ان کے حق میں بہتر ہے کہ وہ اس کی اطاعت کریں۔ اپنے بارے میں میں تمہیں بتاتا ہوں کہ میں مسیح ہوں' مجھے عنقریب خروج کی اجازت مل جائے گی' میں نکل کر زمین کی سیر کروں گا اور چالیس راتوں میں مکہ اور مدینہ کے سوا ہر بستی کو گرا دوں گا' وہ دونوں میرے لئے ممنوع ہیں اور اگر ان میں سے کسی ایک بستی کا قصد کروں گا تو ایک فرشتہ ہاتھ میں برہنہ تلوار لئے میرا سامنا کرے گا اور اس کی مدافعت کرے گا' اس بستی کے ہر سوراخ پر فرشتے پہرہ دیں گے۔ فاطمہ کہتی ہے کہ رسول خدا نے منبر پر اپنا عصا مار کر کہا: یہ طیبہ ہے' یہ طیبہ ہے' یہ طیبہ یعنی مدینہ ہے۔ دیکھو کیا میں نے تمہیں یہ قصہ نہیں بتایا؟ لوگوں نے کہا کیوں نہیں' بتایا ہے۔ مجھے تمیم کی حکایت اچھی لگی کیونکہ یہ اس حدیث کے مطابق ہے جو میں نے تمہیں مسیح دجال' مکہ اور مدینہ کے متعلق سنائی ہے۔ دیکھو وہ شام یا یمن کے سمندر میں سے نہیں بلکہ وہ مشرق میں ہے' مشرق میں رہے گا۔ اور آپؐ نے اپنے ہاتھ سے مشرق کی طرف اشارہ کیا۔" راویہ کہتی ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث حفظ کر لی ہے۔ {۲۴}

۱۔ جس دجال کو تمیم داری نے دیکھا کیا وہ یہودی شکاری کا بیٹا تھا؟ اس شکاری کا بیٹا یہودی غلام تھا جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مدینہ میں رہتا تھا۔ اس میں مسیح دجال کی صفات موجود تھیں' وہ کاہن اور دھوکے باز تھا۔ اس کے بارے میں صحابہؓ بلکہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم شبہ میں پڑ گئے کیونکہ اس کے بارے میں آپ کے پاس وحی نہیں آئی تھی۔

نوویؒ کا قول ہے "علماء کہتے ہیں کہ ابنِ صیّاد کا قصہ ایک مشکل مسئلہ ہے اور مشتبہ ہے مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ دجالوں میں سے ایک دجال تھا۔ ظاہر یہی ہے کہ اس کے بارے میں نبی ﷺ کی طرف کوئی وحی نازل نہیں ہوئی بلکہ جب حضرت عمر نے اسے قتل کرنا چاہا تو آپ ؐ نے فرمایا : اسے قتل کرنے میں تجھے فائدہ نہ ہو گا"۔{۲۵}

اسی لئے اس مسئلہ پر ہم بحث نہیں کریں گے بلکہ اتنا ہی کہیں گے کہ اس کا علم اللہ کو ہے اور ایسے علم سے ناواقفیت نقصان دہ نہیں کیونکہ اس پر عمل کا مدار نہیں۔ کس اندازے اور احتمال کی بناء پر یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ دجال ہی شکاری کا یا کسی اور کا بیٹا ہے' کیونکہ اس وقت تو وہ اپنی جگہ پر مقید ہے۔

دوسرے اسے کس نے قید کر رکھا ہے۔ ایک روایت یہ ہے کہ اسے فرشتوں نے قید کر رکھا ہے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے اسے زنداں میں ڈالا ہوا ہے۔ ہمارے پاس کوئی ایسا صحیح ثبوت نہیں جس پر ہم اعتماد کر سکیں۔ اہم بات یہ ہے کہ وہ ایک گرجے میں مقید ہے۔ اور وقت مقررہ تک اس کی مشکیں کسی رہیں گی اور اس کی ہتھکڑیاں بندھی رہیں گی۔

تیسرے وہ کنیسہ کہاں ہے جہاں وہ قید ہے؟ وہ یقینی طور پر مشرق میں ہے اور بالتحدید خراسان کے علاقہ کی ایک یہودی بستی اصفہان (یعنی اس زمانے میں روس اور ایران کی سرحد) میں ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دجال مشرق کی سرزمین خراسان سے نکلے گا{۲۶}۔ دوسری حدیث میں ہے "اصفہان کے ۷۰ ہزار جبہ پوش یہودی اس کی پیروی کریں گے"{۲۷}۔

ہم جساسہ کے قصے والی حدیث پر کوئی حاشیہ آرائی نہیں کرنا چاہتے مگر ہم اس سے

مندرجہ ذیل نتائج اخذ کرتے ہیں :

۱) یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت سے لے کر دجال اب تک زندہ ہے اور اس کی مشکیں کسی ہوئی ہیں۔

۲) اگرچہ اس کا ٹھکانہ معلوم ہے مگر کوئی شخص نہ تو اس تک رسائی حاصل کر سکتا ہے اور نہ اسے آزاد کروا سکتا ہے کیونکہ اللہ نے اس کے لئے ایک وقت مقرر کر رکھا ہے' اس سے ایک پل آگے ہو گا نہ پیچھے۔

۳) یہ کہ دجال کے ظہور سے پہلے کچھ علامات کا ظہور ہو گا جنہیں وہ جانتا ہے' مثلاً بحیرہ طبریہ کی خشکی' بیسان کے نخلستان کی ویرانی وغیرہ۔ ہم ان شاء اللہ ان علامات پر روشنی ڈالیں گے۔

۴) مکہ اور مدینہ دجال سے محفوظ ہوں گے کیونکہ ان میں اس کا داخلہ حرام ہے۔ اسی طرح بیت المقدس بھی' جیسا کہ دوسرے آثار سے ثابت ہوتا ہے۔

۵) تمیم الداری ؓ دجال کو دیکھ کر اور اس سے گفتگو کر کے اسلام لے آئے۔

فصل چہارم

دجّال کے خروج کا وقت' اس کا سبب اور علامت

اللہ تعالیٰ نے دجال کی زنجیروں کے کھلنے اور قید خانہ سے اس کے خروج کو اس بات کی علامت قرار دیا ہے کہ دنیا کا خاتمہ قریب ہے۔ یہ علامات کبریٰ کی ظاہر ہونے والی علامتوں میں سے سب سے پہلی علامت ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کے خروج کا سبب' علامت اور وقت مقرر کیا ہے۔

۱۔ دجّال کے خروج کا سبب

ملعون دجال غصہ کھا کر نکلے گا کیونکہ اُمّ المومنین حضرت حفصہ ؓ سے مروی صحیح اثر میں ہے کہ دجال تو محض اس غصہ کی وجہ سے نکلے گا جس کی آگ میں وہ جل رہا ہے[۲۸]۔

اور یہ غصہ اس لئے نہیں کہ اس کی بیڑیاں کیوں نہیں کھولی جاتیں یا اسے قید سے رہا کیوں نہیں کیا جاتا۔ وہ تو اُس وقت سے غضبناک ہے جب سے اسے بیڑیاں پہنائی گئیں اور جب سے اسے اس گرجے میں قید کیا گیا۔ جساسہ کی حدیث کی بعض روایات میں ہے کہ اس نے تین بار لمبی آہیں بھریں۔ بلکہ یہ غصہ تو ایک علامت ہے جسے اللہ نے اس کے خروج کا سبب بتایا ہے' بالکل اسی طرح جیسے یاجوج ماجوج کے خروج کی یہ علامت مقرر کی گئی کہ وہ اس بند کے متعلق جس میں ذوالقرنین نے انہیں قید کر دیا تھا کہیں گے "کل ان شاء اللہ ہم اسے کھول دیں گے"۔ ان کو القاء ہوا کہ وہ ان شاء اللہ کہیں گے تو یہ ان کے خروج کا سبب بن جائے گا۔

۲۔ اس کے خروج کا وقت

جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ مسلمانوں کے ہاتھوں قسطنطنیہ کے فتح ہونے کے بعد اس کا خروج ہو گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "بیت المقدس کی آبادی یثرب کی بربادی ہے۔ یثرب کی بربادی کے بعد ملحمہ (خون ریز معرکہ) ہو گا۔ ملحمہ کے بعد قسطنطنیہ فتح ہو گا اور فتح قسطنطنیہ کے بعد دجال کا خروج ہو گا"۔ [۲۹] چنانچہ دجال کا خروج اس وقت ہو گا جب مہدی ظاہر ہو کر جزیرہ عرب' فارس' روم اور قسطنطنیہ میں کئی جنگیں لڑ چکے ہوں گے۔ ان جنگوں میں کچھ مہینے لگ جائیں گے۔ تیسرے باب میں ہم اسے تفصیلاً بیان کر چکے ہیں۔

۲۔ خروجِ دجّال کی علامت

دجال کے خروج سے پہلے کچھ واقعات رونما ہوں گے جو اس راندۂ درگاہ کے خروج کی علامت ہوں گے۔

۱۔ ہرمجدون کا معرکہ واقع ہو گا اور اس کے بعد دریائے فرات' شام میں بحیرہ طبریہ اور فلسطین اور اردن کی حدود پر بیسان کا نخلستان سوکھ جائے گا۔ اور ہرمجدون کی عالمی جنگ چھڑ جانے کے فوراً بعد دجال کا انتظار کرنا چاہئے۔

۲۔ قحط' خشک سالی' بھوک' مصیبت اور مہنگائی کے سالوں کی آمد... اور لوگوں میں

دینی رجحان کی کمی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں : "بلاشبہ دجال کے خروج سے پہلے تین سال سخت ہوں گے۔ ان میں لوگ سخت قسم کی بھوک کا شکار ہو جائیں گے۔ پہلے سال اللہ آسمان کو حکم دے گا کہ اپنی ایک تہائی بارش روک لے اور زمین کو حکم ہو گا کہ اپنی ایک تہائی نباتات روک لے۔ دوسرے سال آسمان کو حکم ہو گا کہ دو تہائی بارش روک لے اور زمین کو دو تہائی نباتات کے روکنے کا حکم ہو گا۔ پھر تیسرے سال آسمان کو حکم ہو گا تو وہ اپنی ساری بارش روک لے گا' ایک قطرہ بھی نہیں برسے گا اور زمین کو حکم ہو گا تو وہ اپنی پوری نباتات روک لے گی چنانچہ کوئی سبزہ نہیں اگے گا۔ پھٹے ہوئے کھروں والے سارے جانور ہلاک ہو جائیں گے شاذ و نادر ہی کوئی بچے گا۔ آپؐ سے پوچھا گیا ان دنوں لوگوں کو کونسی چیز زندہ رکھے گی؟ آپؐ نے فرمایا : تہلیل ' تکبیر اور تحمید لوگوں کو کھانے کا کام دے گی[۳۰]۔

اس کی علامات ظاہر ہونا شروع ہو گئی ہیں۔ ہم ہر روز اخباروں میں پڑھتے ہیں کہ لاکھوں انسان قحط میں مبتلا ہیں اور غربت کی سطح سے نیچے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ان کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔ جو اجلاس عالمی غذائی تنظیمیں منعقد کر رہی ہیں اور جن میں کئی ریاستوں کے صدر شامل ہو کر آنے والی قحط سالی کے موضوع پر بحث کرتے ہیں ان کا تذکرہ تو ختم ہونے کو نہیں آتا اور یہ کوئی حیرت انگیز بات نہیں کیونکہ ان دنوں ان جنگوں کا کثرت سے ذکر ہو رہا ہے جو پانی کے حصول کی خاطر ہوں گی۔ اس صورت میں روئے زمین پر فتنہ و فساد ' اضطرابات ' جنگیں ' قحط سالی ' دریاؤں اور بحیروں کی خشکی ' عالمی سطح پر بڑھتی ہوئی مشکلات اور بحران یہ سب دجال کے خروج کی علامت ہیں۔ یہی وہ مناسب فضا ہے جس میں اس شیطانی وجود کا ظہور ہو گا جو کھانے پینے کے بارے میں فتنہ بپا کرے گا۔ ہم اللہ سے سلامتی کی دعا کرتے ہیں۔

حواشی

بقیہ حواشی باب سوم :

{۳۹} اس بارے میں ان کی کتابوں میں جو دلائل ہیں اس کا ذکر تفصیل سے ہو چکا ہے۔ ایک فلسطینی نے ہمیں بتایا ہے کہ حال ہی میں یہودیوں نے ایک محل تعمیر کیا جس پر لکھا ہے "قصر

المسیح"۔ اللہ بہتر جانتا ہے۔

{۴۰} جو قتل و غارت انہوں نے بحرالبقر، دیریاسین، صبرا، شاتیلا اور آخر میں لبنانی قصبہ قانامیں کیا ہے وہ ان کے جرم کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

{۴۱} یہ بیت المقدس میں اگنے والا مشہور کانٹے دار درخت ہے اور دجال و یہود کا قتل وہیں ہو گا۔ دیکھئے نووی کی شرح مسلم کتاب الفتن۔ یہ جان کر حیرت نہیں ہونی چاہئے کہ یہودی اس درخت کو کثرت سے کاشت کرتے ہیں حالانکہ یہ ان کو کچھ فائدہ نہیں دیتا۔

{۴۲} احمد نے مسند (۳۶۳ : ۳) میں روایت کیا ہے۔ اس کی سند میں ابو زبیر کا عنعنہ (عن سے روایت) ہے اور وہ مدلس ہے۔ حاکم نے بھی ایسے ہی روایت کیا ہے۔ حافظ ابن کثیر نے الفتن والملاحم میں کہا ہے کہ کئی راویوں نے اسے ابراہیم بن طہمان سے روایت کیا ہے اور وہ ثقہ ہے۔

{۴۳} احمد نے تمیم الداری سے روایت کیا ہے۔ البانی اپنے کتابچہ "الحکم الجدیرہ بالازاعہ" کے مقدمہ میں اس حدیث کا ذکر کر کے کہا ہے کہ ایک جماعت نے اسے روایت کیا ہے۔

حواشی باب چہارم :

{۱} فتح الباری، ج ۲ کتاب الاذان، باب الدعاء قبل السلام

{۲} فتح الباری، ج ۱۳، کتاب الفتن، باب ذکر الدجال

{۳} فتح الباری، ج ۲، کتاب الاذان، باب الدعاء قبل السلام

{۴} حدیث صحیح ہے۔ احمد نے ابن عمر سے روایت کیا ہے۔ البانی نے الصحیحہ رقم ۱۶۸۳ میں ذکر کیا ہے۔ بہت سے دجال اور نبوت کے دعویدار ظاہر ہو چکے ہیں، ان میں مسیلمہ کذاب، اسود عنسی، طلیحہ اسدی، سجاح اور بدبخت غلام احمد قادیانی ہیں۔

{۵} مسلم نے صحیح میں اور ابوداؤد اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔

{۶} فتح الباری، ج ۱۱، کتاب الرقاق، باب طلوع الشمس من مغربها۔ طبری کا بھی یہی مذہب ہے۔

{۷} فتح الباری، ج ۱۱، کتاب الرقاق، باب طلوع الشمس من مغربها

{۸} الفتن والملاحم من تاریخ ابن کثیر، باب ذکر خروج الدابه من الارض تکلم

الناس

{۹} حدیث صحیح ہے۔ احمد نے عبد اللہ بن عمرو سے روایت کی ہے۔ حاکم نے بھی روایت کی ہے۔ البانی نے الصحیحہ میں بیان کیا۔ نمبر ۱۷۶۲ ہے۔

{۱۰} دیکھئے فتح الباری، ج ۱۳، کتاب الفتن، باب تغیر الزمان حتی تعبد الاوثان

{۱۱} احمد نے ابو بکرہ اور ترمذی نے حماد بن سلمہ سے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ حدیث حسن ہے۔ الفرضاخبہ : بڑے بڑے لمبے پستانوں والی۔

{۱۲} اصلة : اژدہا۔ کہا گیا ہے کہ یہ بہت بڑے سانپ کو کہا جاتا ہے۔

{۱۳} جفال حبک : بہت زیادہ گھنا۔

{۱۴} احمد نے مسند میں اور ابو یعلیٰ نے ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں اسے صحیح مانا ہے۔

{۱۵} ابن حجر نے یہ بات قاضی عیاض سے نقل کی ہے۔ نووی کا قول ہے کہ یہ بہت ہی خوبصورت بات ہے۔ فتح الباری، کتاب الفتن، باب ذکر الدجال، ص ۹۷

{۱۶} ان دنوں ہم اکثر سنتے ہیں کہ مسیح دجال ایک علامت ہے جو ٹیلی ویژن یا برمودا (Bermuda) کی مثلث یا اسی طرح کی کسی اور صورت میں ظاہر ہو چکی ہے۔ ہماری رائے یہ ہے کہ دجال کے وصف میں بیان ہونے والی مسلسل احادیث اس خیال کی تردید کرتی ہیں جس کی نہ کوئی دلیل ہے نہ کوئی مطلب۔

{۱۷} صحیح بخاری میں کتاب الفتن، باب ذکر الدجال میں ابن عمر کی روایت ہے۔ ابن حجر کا قول ہے کہ طبرانی نے عبداللہ بن مفصل سے روایت کیا ہے "وہ گندمی رنگ کا ہو گا، اس کے بال گھنگھریالے ہوں گے۔ ہو سکتا ہے کہ اس کی چمڑی صاف ہو۔ چنانچہ سرخی کا وصف اس سے متعارض نہیں"۔ ص ۹۷

{۱۸} ابوداؤد نے عبادہ بن صامت سے بیان کیا ہے اور احمد نے بھی روایت کیا ہے کہ البانی نے مشکوٰۃ کی تخریج میں کہا ہے اس کی سند جید ہے۔

{۱۹} حدیث صحیح ہے۔ احمد نے ہشام بن عامر سے روایت کیا ہے۔

{۲۰} صحیح ہے، احمد نے انس اور حذیفہ سے روایت کیا ہے۔ الجامع الصغیر للسیوطی

تنظیم اسلامی کی دعوت

محمد طاہر خاکوانی، امیر تنظیم اسلامی پنجاب شمالی

تعارف

تنظیم اسلامی نہ تو معروف معنی میں ایک سیاسی جماعت ہے، نہ ہی مسلک کی بنیاد پر کوئی مذہبی فرقہ ہے، بلکہ ایک اصولی، اسلامی، انقلابی جماعت ہے جو پہلے پاکستان میں اور بالاخر کل روئے زمین پر اسلام کے عادلانہ و منصفانہ "نظام خلافت" کو قائم کرنے کے لئے کوشاں ہے۔ گویا تنظیم اسلامی کی دعوت ایک جملے کے ارد گرد گھومتی ہے :

"تنظیم اسلامی کا پیغام ___ نظام خلافت کا قیام"

خلافت کیا ہے؟

خلافت سے مراد یہ ہے کہ ہر شخص اپنی ذات میں اللہ کا خلیفہ (نمائندہ) بنے۔ وہ نہ صرف اپنے گھر میں اللہ کے احکام کی پابندی کروائے بلکہ اس کے ملک کا سیاسی، معاشی، سماجی و معاشرتی، اخلاقی اور تہذیبی و تمدنی نظام بھی اللہ کی حاکمیت کو تسلیم کرے اور محمد رسول اللہ ﷺ کی کامل اطاعت اور ادب و احترام کو ملحوظ خاطر رکھے۔

اگر انفرادی و اجتماعی سطح پر یہ نظام قائم ہے تو خلافت قائم ہے اور اگر جزوی اعتبار سے بعض افراد تو بہت نیک ہیں ___ نماز، روزہ، حج و عمرہ، نوافل و مستحبات کا بہت چرچا ہے، خدمت خلق اور خدمت عوام کے ادارے اپنے اپنے انداز میں خوب کام بھی کر رہے ہیں اور "نام" بھی کما رہے ہیں ___ مگر ہمارا معاشرتی ڈھانچہ ہندوانہ رسموں اور رواجوں پر مشتمل ہے، معیشت کا ڈھانچہ سود، جاگیرداری، جوا، سٹہ، رشوت، سٹاک ایکسچینج اور نئی نئی مالیاتی سودی اسکیموں پر مبنی ہے۔ اور سیاسی نظام پر اللہ کی حاکمیت کی بجائے عوام کی حاکمیت یا جبر کا نظام مسلط ہے، تو پھر یہ خلافت نہیں بلکہ "ملوکیت" سے

مشابہ نظام ہے۔ نماز روزہ کی تلقین تو دور ملوکیت میں بھی ہوتی تھی لیکن وہاں حکومت ایک فرد کی تھی اور اب حکومت عوام کی ہے۔ وہاں جو گندگی ایک شخص کے سر پر لدی ہوئی تھی اسے اب تھوڑا تھوڑا کر کے عوام کے سروں پر لاد دیا گیا ہے۔ علامہ اقبال نے ابلیس کی زبان سے کہلوایا تھا ؎

ہم نے خود شاہی کو پہنایا ہے جمہوری لباس
جب ذرا آدم ہوا ہے خود شناس و خود نگر

ایسے نظام سے لوگوں کو دھوکہ نہیں کھانا چاہئے بلکہ نظام خلافت کے کامل نفاذ اور اس کے حقیقی مفہوم یعنی "عدل و قسط کے حصول" کے لئے کوشش جاری رکھنی چاہئے۔

نظام خلافت کے خدوخال

نظام خلافت کے بنیادی خدوخال حسب ذیل ہیں :

۱) اللہ تعالیٰ کی حاکمیت مطلقہ کا جو اقرار "قرار داد مقاصد" میں موجود ہے' اس کے عملی نفاذ کے لئے قرآن اور سنت رسولؐ کی غیر مشروط اور بلا استثناء بالادستی' جو نظام اور قانون دونوں پر حاوی ہو' قائم کرنا۔

۲) مخلوط قومیت کی نفی ـــــ جس کے نتیجے میں خلیفہ اور مجلس شوریٰ کے انتخاب اور قانون سازی کے عمل میں صرف مسلمان شریک ہوں گے۔ ووٹ کا حق اگرچہ ہر بالغ مسلمان مرد اور عورت کو حاصل ہو گا لیکن انتخاب میں حصہ صرف ایسے مسلمان مرد لے سکیں گے جن کا کردار مشتبہ نہ ہو ـــــ جبکہ غیر مسلموں کی جان و مال' عزت و آبرو اور عبادت گاہوں کی حفاظت کی جائے گی۔ انہیں عقیدہ و عبادت کے ساتھ پرسنل لاء میں مکمل آزادی کی ضمانت دی جائے گی۔

۳) خلیفہ کا انتخاب بلاواسطہ پورے ملک کے مسلمان کریں گے اور اسے مجلس شوریٰ کی اکثریت کا محتاج نہیں بنایا جائے گا۔ اسے ایک متعین مدت کے لئے وسیع انتظامی اختیارات دیئے جائیں گے۔

۴) صوبائی عصبیت کی لعنت کے خاتمے اور عوام کی انتظامی سہولت کے لئے چھوٹے

صوبے بنائے جائیں گے اور انہیں زیادہ سے زیادہ حقوق و اختیارات دیئے جائیں گے۔ اس کے لئے موجودہ کمشنریوں کو بھی صوبہ کا درجہ دیا جاسکتا ہے یا ایک کروڑ کی آبادی پر ایک صوبہ بنایا جاسکتا ہے۔

۵) سود اور جوئے کے کامل انسداد کے ذریعے معیشت کی تطہیر —— اور اس کے بجائے شراکت اور مضاربت کے اصولوں پر نئے تجارتی اور صنعتی ڈھانچے کی تشکیل۔

۶) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مفتوحہ زمینوں کے بارے میں اجتہاد کی روشنی میں جاگیرداری نظام کا خاتمہ اور نیا بندوبست اراضی۔ کاشت کار حکومت کو براہ راست "خراج" ادا کریں گے۔

۷) نظام صلوٰۃ و زکوٰۃ کا مکمل نفاذ —— مرکزی جامع مسجد میں ذمہ داران حکومت کی امامت و خطابت اور زکوٰۃ کے ضمن میں کل اموال تجارت بشمول خام مال کے مجموعی مالیت کے اڑھائی فیصد کی وصولی' جس سے کفالت عامہ کا پورا نظام اور ہر شہری کے لئے روٹی' کپڑا اور مکان جیسی بنیادی ضروریات اور تعلیم اور علاج کی یکساں سہولتوں کی فراہمی کی ضمانت دی جاسکے۔

۸) مکمل قانونی مساوات —— جس میں خلیفہ المسلمین اور مجلس شوریٰ کے ارکان سمیت کسی کو بھی نہ قانونی تحفظات حاصل ہوں اور نہ ترجیحی حقوق' تاہم مفاسد کے سدباب کے لئے غلط اور جھوٹے الزامات لگانے والوں کے لئے حد قذف پر قیاس کرتے ہوئے سخت تعزیری قوانین بنائے جاسکیں گے۔

۹) شراب اور دوسری نشہ آور چیزوں کے مکمل استیصال کے لئے سخت تعزیراتی قوانین کا نفاذ۔

۱۰) مخلوط معاشرت کا سدباب —— اصولی طور پر مردوں اور عورتوں کے جداگانہ دائرہ ہائے کار کی تعیین اور عملی اعتبار سے تعلیم و تربیت اور علاج معالجے کے لئے کلیتاً جداگانہ ادارے اور ضرورت پڑنے پر گھریلو صنعتوں کی ترویج' حتیٰ کہ ایسے صنعتی اداروں کا قیام جس میں خواتین ہی کام کریں اور خواتین ہی نگرانی کریں اور ان کے

اوقات کار بھی کم ہوں —— مزید برآں عصمت و عفت کی حفاظت اور قلب و نظر کی پاکیزگی کے لئے ستر اور حجاب کے شرعی احکام کی سختی سے تنفیذ۔

عالمی حالات

۱۹۹۰ء میں سوویت یونین (U.S.S.R) کے ٹوٹنے کے بعد امریکہ اپنے آپ کو Sole Supreme Power on Earth سمجھنے لگا ہے' جس کے نشے اور غرور میں وہ اب تک مبتلا ہے۔ انہوں نے نیو ورلڈ آرڈر (NWO) کا نعرہ بھی لگایا ہوا ہے۔ لیکن اس کے پس پردہ در حقیقت ایک یہودی عالمی نظام (Jew World Order) ہے' جس کا آغاز آج سے دو ہزار سال قبل کر دیا گیا تھا۔ ۱۷۷۶ء میں یہودیوں نے Order of illuminati کے ذریعے ایک نئے نظام مبنی بر سیکولرازم کا آغاز کیا' جس کا بنیادی مقصد "عظیم ترین اسرائیل" کا قیام تھا اور دنیا کو ایک نئے عالمی مالیاتی نظام میں کسنا تھا' جس میں مذہب کا کوئی عمل دخل نہ ہو۔ لہٰذا آج بھی ایک ڈالر کے امریکی نوٹ پر ۱۷۷۶ء کی تاریخ اور Ordo-Novo-Sclorum کے الفاظ درج ہیں' جس کو صحیح طور پر علامہ اقبال نے پہچانا تھا کہ "فرنگ کی رگ جاں پنجہ یہود میں ہے"۔ اس نظام کی "برکات" کو حاصل کرنے کے لئے یہودیوں نے media کے ذریعے بڑے ہی planned طریقے سے بے حیائی' عریانی اور فحاشی کو رواج دیا ہے اور اخلاقی قدروں کو پامال کیا ہے اور ہٹلر کے ہاتھوں اپنی مظلومیت کو ابھارا ہے۔ دنیا کو خدا سے بیگانہ کر کے مادہ پرستی کا پجاری بنایا ہے' عالم آخرت سے نظریں ہٹا کر عالم دنیا پر نظریں مرکوز کی ہیں اور روح کے تصور کو بھلا کر بدن اور اس کے سفلی تقاضوں کو نمایاں کیا ہے۔ سود کو حلال ٹھہرا کر پوری دنیا پر ایک عالمی مالیاتی نظام کا جال پھیلا دیا ہے تاکہ عوام محنتیں کریں' خون پسینہ ایک کریں اور یہ ان کی ساری کمائی کو قرضوں کے عوض ہڑپ کر جائیں۔ مزید یہ کہ Science and Technology کی بنیاد پر اعلیٰ کوالٹی کی چیزیں بنا کر Multinational Companies کے ذریعے دنیا کے اکثر ممالک تک ان کا دائرہ وسیع کر دیا ہے۔ مختلف ممالک کو Free Economy اور

Consumer Economy کا پابند کر کے اور Import duty گھٹا کر' خام مال کی قیمت گرا کر اور قرضے دے کر ان ملکوں کی صنعت کا بیڑہ غرق کر دیا ہے۔

اس "عالمی مالیاتی یہودی استعمار" کے سامنے اکثر ممالک سجدہ ریز ہو چکے ہیں مثلاً امریکہ' یورپ' افریقہ' عالم عرب' جاپان' انڈونیشیا' ملائشیا وغیرہ۔ چین ان کے لئے خطرہ بن سکتا ہے لیکن اسے بھی انہوں نے تجارت کی سنہری زنجیروں میں جکڑ دیا ہے۔ یہ سارا کام امریکہ' انگلستان' فرانس (WASP) کے ذریعے کروایا جا رہا ہے۔ البتہ ان کے لئے سب سے بڑا خطرہ ایران' افغانستان' پاکستان اور روسی ترکستان کے علاقے ہیں جہاں بقول ان کے مذہبی جنونی Fundamentalist رہتے ہیں جو Terrorist ہیں' جاہل اور راجڈ ہیں' عالمی امن کے لئے خطرہ ہیں اور جن کے پاس اگر نیوکلیئر ہتھیار آ گئے تو دنیا کو تباہ کر دیں گے۔ لہٰذا اس وقت وہ اپنے ایک فلسفی' دانشور سیموئیل ڈی ہنٹنگٹن کی ایک کتاب "Clash of the Civilizations" پر عمل پیرا ہیں کہ :

i) چین کو مشرق بعید کے ساتھ تجارتی معاہدوں میں جکڑ کر مسلمانوں سے کاٹ دو۔

ii) مسلمانوں کے آپس کے اختلافات کو خوب بھڑکاؤ' خاص طور پر شیعہ سنی مسئلے کو' تاکہ ایران جو خالص شیعہ ملک ہے وہ کبھی بھی افغانستان' جو اب کٹر سنی حنفی قیادت کے زیر کمان ہے' سے مل نہ سکے اور پاکستان میں بھی شیعہ سنی مسئلہ تازہ ہوتا رہے تاکہ یہ تینوں ممالک کبھی مل کر کوئی "بلاک" نہ بنا لیں۔ اور اگر یہ بن گیا تو نو آزاد روسی ریاستیں بھی اس بلاک میں شامل ہو جائیں گی اور یہ ایک بہت بڑی طاقت بن جائیں گے۔

پاکستان کے لئے تو وہ خاص طور پر چاہتے ہیں کہ ان کی معیشت سودی نظام میں جکڑی رہے اور یہ ہمارے قرضوں کے زیر بار احسان رہیں۔ یہ ملک اپنے پیروں پر کھڑا نہ ہو سکے۔ اس وقت پاکستان ان کا بیس ارب ڈالر کا مقروض ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ یہ قرضہ اتارنے کے لئے عوام کو "دردمندانہ" اپیلیں بھی کرتے رہیں اور انہیں قرضوں کی چاٹ بھی لگی رہے۔ اس طرح سے یہاں پر بننے والی ہر حکومت ورلڈ بینک اور IMF کی غلام رہے گی۔ مزید یہ کہ ان کی ایٹمی ٹیکنالوجی کولڈ سٹوریج میں پڑی رہے یا

role-back کر دی جائے۔ ان کی فوج UN کی فوج کا حصہ بن کر مختلف اسلامی ممالک میں قیام امن کا کردار ادا کرتی رہے اور یوں وہ ایک Mercenary (کرائے کی فوج) میں تبدیل کر دی جائے۔ مزید یہ کہ فوج کے لئے بجٹ میں حصہ کم کر دیا جائے اور اس کی تعداد بھی گھٹا دی جائے۔

پاکستان میں بننے والی مختلف حکومتوں نے "کرپشن" اور کمزور پالیسیوں کے ذریعے ملک میں غربت' مہنگائی' جہالت' بے روزگاری' بیماری' فاقہ کشی وغیرہ جیسے مسائل میں اضافہ کر دیا ہے۔

ان حالات میں ملک کو زوال سے نکالنے کے لئے' انقلابی اقدامات اٹھانے کے لئے اور اللہ کے دین کو نافذ کرنے کے لئے ایک ایسی انقلابی قوت چاہئے جو اللہ کو راضی رکھنے کے ساتھ ساتھ ملک اور عوام کی فلاح کے لئے دور رس فیصلے کر سکے۔

خلافت کیوں نہ قائم ہو سکی؟

خلافت کے نظام کو قائم کرنے کی اصل ذمہ داری دینی جماعتوں پر عائد ہوتی ہے۔ انہیں چاہئے تھا کہ وہ انتخابی سیاست سے کنارہ کش رہتے ہوئے عوام کو اس کے لئے تیار کرتے' اس کی دعوت کو عام کرتے' اس کی برکات سے انہیں روشناس کرواتے' ان کا ذہن بناتے' انہیں نظم کا پابند کرتے' ان کی تربیت کرتے اور ان کی کردار سازی پر توجہ دیتے۔ اگر اس کے نتیجے میں ایک معتدبہ تعداد بنیان مرصوص بن جاتی تو پھر "امر بالمعروف و نہی عن المنکر" کی تحریک بلند کرتے ہوئے پرامن طور پر موجودہ نظام کو مفلوج کرنے کے لئے دھرنے دیتے۔ لیکن اس کی بجائے انہوں نے انتخابی سیاست کا راستہ اختیار کیا اور سیکولر جماعتوں کی رسہ کشی میں خود بھی فریق بن گئے۔ مزید ستم بالائے ستم یہ کہ اسلام کے نام پر بہت سی دینی جماعتوں نے الیکشن کا راستہ اختیار کیا۔ لہٰذا اسلام بھی ایک Party issue بن گیا۔ ہر دینی جماعت نے اپنے اپنے اسلام کو ابھارا اور اپنی اپنی بھیڑوں کو پکارا' جس کے دو نتیجے نکلے :

i) ایک تو اسلام کے نام پر ووٹ تقسیم ہوئے اور سیکولر جماعتوں نے حکومتیں بنائیں۔

ii) اس سے فرقہ واریت کو شہ ملی۔ بریلوی' دیوبندی' سلفی' شیعہ' جماعت اسلامی اور پاکستان عوامی تحریک ایک دوسرے کے خلاف صف آراء ہوئے۔ چھوٹے چھوٹے اختلافات بہت نمایاں انداز میں عوام کے سامنے آئے اور اس طرح عوام "اسلام" سے بھی بدظن ہوئے اور "کتاب" سے بھی بدظن ہوئے۔

دوسری بڑی وجہ' یہاں خلافت کے قائم نہ ہو سکنے کی یہ بنی کہ ایران میں انقلاب آنے کی بنا پر یہاں کے شیعوں کی باسی کڑھی میں بھی ابال آیا۔ وہ منظم ہوئے اور میدان میں کود پڑے۔ ان کے ردعمل کے طور پر دیوبندی مکتب فکر کی ایک جماعت ان کے مقابلے میں صف آراء ہوئی اور ایک عوامی بیداری کی تحریک اٹھانے کے لئے شیعوں کو "کافر" قرار دیا گیا۔ اگرچہ "کفر کا یہ فتویٰ" ایک عوامی لہر تو برپا نہ کر سکا مگر اس نے تصادم کی صورت اختیار کر لی' جس کے نتیجے میں دونوں طرف کے رہنماؤں کو قتل کیا جانے لگا۔ اس صورتحال کو دیکھتے ہوئے عالمی استعماری قوتوں نے فائدہ اٹھایا۔ ایسی صورتحال تو ان کے اپنے پلان میں تھی لہٰذا اس کو ہوا دی گئی۔ جنونی لوگوں کو رقمیں دے کر مذہبی راہنماؤں کو قتل کروایا گیا اور ہندوستان کی خفیہ تنظیم "را" اور اسرائیل کی خفیہ تنظیم "موساد" کے ذریعے بھی دہشت گردی پھیلائی گئی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ملک دہشت گردی کی لپیٹ میں آ گیا اور اسلام کی منزل مزید دور ہوتی چلی گئی۔

خلافت' قرآن و حدیث کی روشنی میں

i) یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ قیامت لازماً واقع ہو کر رہے گی۔ ہر گزرنے والا لمحہ ہمیں قیامت کے قریب سے قریب تر کر رہا ہے۔ قیامت کی علامات اور نشانیاں بھی ہمیں آنحضور ﷺ کی زبانی بتلا دی گئی ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے :

"جب مال غنیمت کو ذاتی دولت سمجھا جائے' امانت کو اپنا مال سمجھا جائے' زکوٰۃ کو تاوان سمجھا جائے' غیر دین کے علم کا چرچا ہو جائے' آدمی اپنی بیوی کی اطاعت اور اپنی ماں کی نافرمانی کرے' اپنے دوست کو قریب کرے اور اپنے باپ کو دور رکھے' مساجد میں آوازیں ظاہر ہوں (لاؤڈ سپیکر کا بے جا استعمال اور مساجد میں جھگڑے)' فاسق و فاجر شخص اپنے قبیلے کا سردار بن جائے' قوم کا سردار ذلیل کمینہ شخص ہو'

آدمی کے شر کے ڈر سے اس کی عزت کی جائے' گانے بجانے والیوں اور باجوں کا ظہور ہو' شراب عام ہو جائے' امت کے بعد والے لوگ اگلوں (اسلاف) کو لعنت کریں ـــــ اس وقت سرخ ہوا کا' زلزلوں کا' زمین کے دھنس جانے کا' صورتوں کے تبدیل ہو جانے کا' پتھروں کے برسنے کا اور پے در پے نشانیوں کا انتظار کرو' جیسے جواہر کی لڑی کا ڈورا ٹوٹ جائے اور دانے پیہم گرنے لگیں"۔

(عن ابی ہریرہ : رواہ الترمذی)

اور ایک دوسری حدیث میں آپؐ نے فرمایا کہ

((اِنَّمَا بُعِثتُ فِی نَفسِ السَّاعَۃ))

"میں قیامت ہی میں بھیجا گیا ہوں"۔

اور بھی متعدد روایات ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ قیامت اب کتنی نزدیک ہے۔

ii) البتہ قیامت کے وقوع پذیر ہونے سے پہلے اس پورے کرۂ ارضی پر خلافت کا نظام علیٰ منہاج النبوۃ قائم ہو کر رہے گا۔ یہ بات قرآن مجید سے بھی ثابت ہے اور احادیث میں تو بہت شدومد کے ساتھ بیان ہوئی ہے۔

سورۂ نور (آیت ۵۵) اور سورۂ صف (آیت ۹) میں نبی اکرم ﷺ کے مقصد بعثت کو واضح کیا گیا کہ آپ کو دنیا میں ہدایت کاملہ اور سچا دین دے کر اس لئے بھیجا گیا ہے تاکہ آپ اسے غالب کر دیں کل نظام زندگی پر۔ اور چونکہ آپؐ پوری نوع انسانی کے لئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجے گئے ہیں' لہٰذا یہ دین بھی صرف جزیرہ نمائے عرب پر غالب ہونے کے لئے نہیں بلکہ کل روئے ارضی پر غالب ہونے کے لئے بھیجا گیا ہے۔

حدیث نمبر ۱ : حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

"بیشک اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین کو لپیٹ دیا۔ چنانچہ میں نے اس کے تمام مشارق و مغارب دیکھ لئے۔ اور یقیناً میری امت کا اقتدار وہاں تک پہنچے گا جہاں تک زمین کو میرے لئے لپیٹا گیا"۔ (مسلم' ترمذی' ابوداؤد' ابن ماجہ)

حدیث نمبر ۲ : حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا :

"روئے زمین پر نہ کوئی اینٹ گارے کا بنا ہوا گھر رہ جائے گا اور نہ اونٹ کے بالوں کا بنا ہوا خیمہ جس میں اللہ کلمہ اسلام کو داخل نہ کر دے' خواہ کسی سعادت مند کو عزت دے کر اور خواہ کسی بدبخت کی مغلوبیت کے ذریعے۔ یعنی یا تو اللہ تعالیٰ لوگوں کو اسلام کی بدولت عزت عطا فرمادے گا اور انہیں کلمہ اسلام کا قائل و حامل بنادے گا (یا حالتِ کفر پر برقرار رہنے کی صورت میں) انہیں مغلوب فرمادے گا کہ وہ اس کے محکوم اور تابع بن کر رہیں گے"۔ (مسند احمد)

حدیث نمبر ۳ : حضرت نعمان بن بشیرؓ سے مروی حدیث میں آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مجھ سمیت پانچ دور دنیا میں بھیجے گا۔ (۱) دورِ نبوّت' (۲) دورِ خلافت' (۳) دورِ ملوکیت' (۴) دور غلامی اور پھر (۵) دورِ خلافت' نبوّت کے طریقے پر۔ پھر آپ نے خاموشی فرمائی۔ گویا کہ پھر قیامت ہے۔

iii) البتہ کل روئے ارضی پر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے قائم ہونے سے پہلے قوم یہود کا مکمل خاتمہ (Final extermination) ہو جائے گا۔ یہ اللہ کی سنت ہے کہ جو قوم اپنے رسول کی دعوت کو ٹھکرادے اور اس کے قتل کے درپے ہو جائے وہ ہلاک ہو کر رہتی ہے۔ قوم عاد' قوم ثمود' قوم لوطؑ' قوم شعیبؑ' قوم نوحؑ اور آل فرعون اس کی زندہ مثالیں ہیں۔ بنی اسرائیل واحد قوم ہے کہ انہوں نے اپنے طور پر حضرت عیسیٰؑ کو سولی پر چڑھادیا لیکن انہیں ہلاک نہیں کیا گیا۔ ان کا فیصلہ محفوظ ہے' انہیں ہلاک ہو کر رہنا ہے۔ نہ صرف انہیں بلکہ ان کے ایک لیڈر (دجال) نے بھی ہلاک ہونا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کا نزول ہو گا تو آپؑ دجال کو قتل کریں گے اور پوری قوم یہود ہلاک ہو گی۔ عظیم تر اسرائیل ان کے لئے عظیم تر قبرستان بنے گا۔ مسلمان ان سے جنگ کریں گے اور مسلمانوں کے لیڈر امام مہدیؒ ہوں گے۔ یہ جنگ (تباہ کن) جو احادیث میں الملحمۃ الکبریٰ کے نام سے باور کرائی گئی' عرب میں لڑی جائے گی۔ عربوں کو خراسان کے مسلمانوں سے کمک حاصل ہو گی جو کالے جھنڈوں کے ساتھ برآمد ہوں گے اور یہ جھنڈے بیت المقدس میں گاڑ دیں گے۔ اس جنگ کے لئے دنیا میں سٹیج تیار ہو رہی ہے اور قیاس یہی ہے کہ یہ جنگ چند سالوں میں وقوع پذیر ہونے والی ہے۔

iv) یہود کے خاتمے سے قبل مسلمانوں کو بھی ان کی بداعمالیوں کی سزا ملنی ہے۔ اہل عرب کو یہ سزا یہود کے ہاتھوں پہنچے گی اور اگر اہل پاکستان نے اجتماعی توبہ نہ کی اور یہاں نظام خلافت قائم نہ کیا تو انہیں سزا ہنود کے ہاتھوں پہنچے گی۔ ہنود (برہمن) بھی درحقیقت یہود کے ۱۲ قبیلوں میں سے ایک قبیلہ ہے۔

خلافت کیسے؟

نظام خلافت نہ تو محض آرزوؤں' خواہشات اور دعاؤں سے قائم ہو گا۔ کسی بزرگ کی دعا سے آج تک گندم کا ایک دانہ بھی نہیں اگا جب تک کہ اس پر محنت نہ کی جائے ـــــ نہ ہی یہ نظام محض میٹھی میٹھی تبلیغ سے ہو گا۔ اگر ایسا ہو سکتا تو حضورؐ کو اپنے ہاتھ میں تلوار لینے کی چنداں ضرورت نہ تھی ـــــ نہ ہی یہ نظام مرصع اور مسجع لیکچروں اور مضامین لکھنے سے قائم ہو گا ـــــ اور نہ ہی یہ نظام بیلٹ کے ذریعہ قائم ہو گا' اس لئے کہ انتخابات کے ذریعے سے ایک بنے بنائے نظام کو بہتر طور پر چلایا تو جا سکتا ہے لیکن ایک نظام کو برپا نہیں کیا جا سکتا ـــــ اور نہ ہی یہ نظام بلٹ کے ذریعے قائم ہو گا کہ کلاشنکوف کے ذریعے اپنے کارکنوں کو تربیت دی جائے اور اس کی نالی مسلمانوں کی طرف پھیر کر لبلبی دبا دی جائے۔ اگرچہ اس کی اجازت امام ابو حنیفہؒ نے دی ہے لیکن ایسی کڑی شرائط کے ساتھ کہ جن کا ان حالات میں پورا کرنا محال ہے۔ یہ نظام صرف طریق محمدی ﷺ ہی کے ذریعے قائم ہو سکتا ہے' جیسا کہ ایک قول ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ :

> "اس امت کے آخری حصے کی اصلاح نہ ہو سکے گی مگر بالکل اس طریق پر جس پر اس کے پہلے حصے کی اصلاح کی گئی"۔

وہ طریقہ حسب ذیل ہے :

i) پہلے اپنی ذات میں خلیفہ بننے کا حق ادا کیا جائے

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

﴿اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً....﴾

"داخل ہو جاؤ اسلام میں پورے کے پورے"۔

بندگیٔ رب کا تقاضا پورا کیا جائے۔ پوری زندگی میں محبت کے جذبے سے سرشار ہو کر ہمہ تن' ہمہ وجوہ اطاعت کی جائے۔ یہ اطاعت بواسطۂ رسول ہو گی۔ از روئے الفاظ قرآنی :

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ.... ﴾

"جس نے رسول ؐ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی"۔

اگر کوئی خطا ہو جائے تو فوری طور پر توبہ کی جائے۔

اطاعت جزوی نہ ہو کلی ہو' ورنہ جزوی اطاعت بھی اگر مستقل ہوئی تو آگ میں داخلے کا سبب بن سکتی ہے ؎

نہ تم بدلے' نہ دل بدلا' نہ دل کی آرزو بدلی
میں کیونکر اعتبارِ انقلابِ آسماں کر لوں!

انسان اپنی معاش اور معیشت کو اسلام کے سانچے میں ڈھالے اور اپنی آل واولاد کو اس کی تلقین کرتا رہے اور انہیں بھی حکمت کے ساتھ اس کا خوگر بنائے۔

ii) خلافت کی دعوت —— بذریعہ قرآن و حدیث

قرآن و حدیث کو اپنی دعوت کا "مرکز و محور" بنایا جائے۔ اس سے معاشرے میں اتحاد پیدا ہو گا' فرقہ واریت دبے گی' شیعہ سنی مفاہمت کی فضا پیدا ہو گی' نسلی' لسانی' زبانی اور قومیتوں کے اختلافات ختم ہوں گے۔

اس سے "شعوری ایمان" پیدا ہو گا۔ انسان علیٰ وجہ البصیرت اپنی منزل کی طرف گامزن ہو گا۔

اسی سے جاہلیتِ قدیمہ اور جاہلیتِ جدیدہ کا سدباب ہو گا۔ نبی اکرم ﷺ کو اسی قرآن کے ذریعے جہاد کرنے کا حکم دیا گیا تھا :

﴿وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيرًا ○﴾

اور یہی قرآن اس راستے کی طرف راہنمائی کرتا ہے جو سب سے سیدھا ہے :

﴿اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ اَقْوَمُ﴾

گویا دعوت و تبلیغ، وعظ و نصیحت، تعلیم و تلقین، انذار و تبشیر اور امر و نہی قرآن کے ذریعے سے، تاکہ لوگوں پر دین کی حجت قائم ہو اور وہ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے لئے کمر کسیں۔

(iii) تنظیم

جو لوگ اس دعوت سے قریب آئیں انہیں اپنی ذات میں خلیفہ بننے کی تلقین کی جائے، انہیں ایک نظم میں پرو دیا جائے اور انہیں نظم کا خوگر بنایا جائے۔ اس لئے کہ اتنا مشکل کام کسی نظم، Discipline کے بغیر ممکن نہیں۔

دنیا میں برائی بھی منظم طریقے سے ہوتی ہے، دہشت گردی بھی آج منظم طریقے سے ہو رہی ہے اور بینکوں پر ڈاکے بھی منظم طریقے سے پڑتے ہیں، تو اللہ کے دین کو قائم کرنا تو بڑے جان جوکھوں کا کام ہے، جس کے لئے بڑے ایثار و قربانی کی ضرورت ہے۔ چنانچہ انقلاب کی خواہش رکھنے والوں کو اپنی ترجیحات کو بدلنا پڑے گا، اپنے اوقات کو از سرنو re-arrange کرنا پڑے گا، اپنی صلاحیتوں کو اس کام میں کھپانا پڑے گا، اپنا مال بھی اس مشن میں صرف کرنا پڑے گا، اپنی انا کو جھکانا پڑے گا اور اپنے ساتھیوں کے لئے جذبہ محبت، شفقت و ایثار کو بروئے کار لانا پڑے گا ؎

خام ہے جب تک تو ہے مٹی کا اک انبار تُو
پختہ ہو جائے تو ہے شمشیرِ بے زنہار تُو

اور ؎

تو خاک میں مل اور آگ میں جل جب خشت بنے تب کام چلے
ان خام دلوں کے عنصر پر بنیاد نہ رکھ تعمیر نہ کر!

اور ؎

نغمہ کجا و من کجا، ساز و سخن بہانہ ایست
سوئے قطار می کشم ناقۂ بے زمام را

Theirs not to reason Why?
Theirs but to do and die!

اور اپنے ساتھیوں کے لئے ؎

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

اس نظم کے لئے ضروری ہے "نظام العمل" کو واضح اور مؤثر بنایا جائے' اسے ذہنوں میں اتارا جائے اور اس پر عمل کیا جائے۔

iv) بیعت

جماعت سازی کے لئے جو چیز منصوص ہے' مسنون ہے اور ماثور ہے وہ بیعت کا نظام ہے' اگرچہ باقی طریقے بھی مباح ہیں۔ تاریخی اعتبار سے دیکھا جائے تو حضورؐ نے بیعت لی' پھر خلفائے راشدین کی بیعت ہوئی' دورِ ملوکیت میں بیعت لی گئی' تحریک شہیدین بیعت کی بنیاد پر اٹھی' مہدی سوڈانی نے بیعت لی' سنوسی نے بیعت لی' ابوالکلام آزاد کی "حزب اللہ" بیعت کی بنیاد پر قائم ہوئی۔ واضح رہے کہ یہ "بیعت جہاد" ہے اور "بیعت ارشاد" سے مختلف ہے۔ یعنی اگر دین قائم ہے تو سربراہ حکومت کے ہاتھ پر بیعت' اور اگر نہیں تو دین قائم کرنے والی جماعت کے امیر کے ہاتھ پر بیعت ہو گی۔

بیعت عقبہ ثانیہ کے موقع پر حضورؐ نے جو کچھ فرمایا وہی جماعت سازی کی مسنون بنیاد ہے۔ عبادہ بن صامتؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> "ہم نے بیعت کی رسول اللہ ﷺ سے اس بات پر کہ : سنیں گے اور مانیں گے' خواہ تنگی ہو خواہ آسانی ہو' خواہ طبیعت آمادہ ہو یا آمادہ نہ ہو' خواہ دوسروں کو ہم پر فوقیت دی جائے۔ اور اس بات پر کہ ہم نظم کے معاملے میں ذمہ دار افراد سے نہیں جھگڑیں گے۔ البتہ جہاں کہیں ہوں گے حق بات کریں گے اور کسی ملامت گر کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔"

اس طرح بیعت کی بنیاد پر ایک تنظیم وجود میں آجائے گی جو "بنیان مرصوص" ہو گی اور یہی کام محمد رسول اللہ ﷺ نے کیا۔

v) نہی عن المنکر کی پر امن اور منظم تحریک

اگر اوپر والے کام ہو جائیں اور ایک معتد بہ تعداد منظم اور تربیت یافتہ افراد کی

تیار ہو جائے تو پھر منکرات کے خلاف ایک پر امن، منظم جہاد کا اعلان کر دیا جائے گا۔ اگر ابھی مطلوبہ تعداد نہیں ہے تو دعوت دیتے رہیں گے اور نظم کو اختیار کرتے رہیں گے۔

منکرات کے خلاف تحریک چلانے میں جلد بازی ہو سکتی ہے لیکن یہ امیر کی صوابدید پر ہو گا۔ اس تحریک میں کوئی توڑ پھوڑ، جلاؤ وغیرہ نہیں ہو گا مگر نظام کو مفلوج کرنے کی بھرپور کوشش کی جائے گی، چاہے آنسو گیس چلے، لاٹھی چلے، جیل جانا پڑے یا گولی کھانی پڑے یا مقدمے برداشت کرنے پڑیں۔ اسی سے نظام میں تبدیلی آئے گی۔ مثلاً ایرانی انقلاب ایسی ہی تحریک کے ذریعے برپا کیا گیا۔

اس تحریک کا آغاز کسی ایسے منکر سے ہو گا جو تمام مسلمانوں کے نزدیک مصدقہ اور متفقہ منکر ہو، مثلاً سود، عریانی فحاشی، جوا، سٹہ، شراب خوری وغیرہ۔

حضور ﷺ کی انقلابی جدوجہد ایک مسلح تصادم تھی جبکہ دو وجوہات کی بنا پر آج یہ جدوجہد مسلح تصادم نہیں ہو گی۔

i) آپ ﷺ کا مقابلہ کفار سے تھا جبکہ یہاں فاسق و فاجر سہی لیکن قانوناً مسلمان ہیں۔

ii) افراد اور اسباب و وسائل کا نسبت و تناسب اتنا زیادہ نہ تھا۔ جنگ بدر میں ۱۰۰۰ کے مقابلے میں ۳۱۳ صحابہؓ تھے اور اسلحہ بھی دونوں طرف موجود تھا، اگرچہ مسلمانوں کے پاس بہت کم تھا۔ جبکہ اب حکومت کے پاس فوج، پولیس، اسلحہ ہے جبکہ عوام نہتے ہیں۔ اس کے باوجود امام ابو حنیفہؒ نے فاسق و فاجر حکمران کے مقابلے میں "خروج" کی اجازت دی ہے لیکن شرائط بہت کڑی ہیں۔ مثلاً قوت اتنی ہو، تیاری اتنی ہو کہ کامیابی یقینی ہو — لیکن اب یہ ناممکن ہے۔

نکتۂ آغاز

پوری دنیا پر خلافت کا نظام تو لازمی طور پر قائم ہونا ہے، لیکن نکتۂ آغاز کہاں سے ہو گا؟ اس کے بارے میں امید کی جاتی ہے کہ اس کا آغاز افغانستان اور پاکستان کی سرزمین سے ہو گا۔ حضور ﷺ کے دور میں "خراسان" یہی تھا۔ ۴۰۰ سال سے مجتہدین امت کی تجدیدی مساعی اسی خطے میں رہی ہے۔ پاکستان دنیا میں واحد ملک ہے جو اسلام کے نام پر

بنا۔ اور صرف اس ایک ملک میں "قرار داد مقاصد" کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اعلیٰ کا اعلان کیا گیا۔ ۱۹۲۰ء میں خلافت کی تحریک چلی تو صرف اسی خطے سے۔ گویا ؎

میرِ عرب کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے
میرا وطن وہی ہے میرا وطن وہی ہے

چنانچہ ؎

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

خریداری کیجئے بیٹی کی تربیت کیجئے!

سہیلی میگزین

مدیر اعلیٰ: سہیل اسلم

کیا آپ اپنی بیٹی کی تربیت کرنا چاہتے ہیں؟
بچوں کے چھپنے والے رسائل میں آپ کی بیٹی کی تربیت کے لئے
نہ ہونے کے برابر مواد مگر سہیلی میگزین کی ہر سطر اور ہر حرف
صرف اور صرف آپ کی بچی کی تربیت کیلئے،
لہٰذا جہاں اپنے بچوں کیلئے بچوں کا کوئی نہ کوئی رسالہ وہاں اپنی پیاری بیٹی کیلئے
سہیلی میگزین آج ہی میگزین کی خریداری لیجئے، بچی کی تربیت کیجئے،

قیمت فی شمارہ 6 روپے	مشرقِ وسطیٰ 350 روپے	بھارت 300 روپے		
سالانہ خریداری 60 روپے	بنگلہ دیش، مسقط 350 روپے	یورپ، مشرق بعید 400 روپے		
دو سالہ خریداری 100 روپے	امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا 500 روپے	دیگر ممالک 500 روپے		

نوٹ: رقم بذریعہ منی آرڈر یا بینک ڈرافٹ بنام سہیلی میگزین اکاؤنٹ 1486004 یونین بنک لیمٹڈ ستیانہ روڈ فیصل آباد

منیجر سہیلی میگزین P-88 سکیم نمبر 212/1 ڈجکوٹ روڈ فیصل آباد فون نمبر 645429

فکرِ عجم

آنحضور ﷺ اور سلطنتِ فارس

بسلسلہ علامہ اقبال اور مسلمانانِ عجم (۴)

ڈاکٹر ابو معاذ ☆

ایران کے مذاہب

آنحضور ﷺ کی ولادت باسعادت کے موقع پر ایرانی جزیرہ نمائے عرب، شام اور یمن پہ چھا چکے تھے۔ عیسائیوں کی حیرہ و نجران کی ریاستیں ایرانی خطے کی حدود میں ہی قائم تھیں۔ یہ ریاستیں زیادہ تر نسطوری عیسائیوں کی آبادی پر مشتمل تھیں جنہیں رومیوں نے مسلکی اور فکری اختلاف کے باعث اپنی سلطنت سے نکال دیا تھا۔ یہ لوگ نہ تو حضرت مریمؑ کو خدا کی بیوی مانتے تھے نہ ہی حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا۔ اس طرح نہ تو وہ روایتی تثلیث کے قائل تھے اور نہ ہی وہ ذات حضرت مسیحؑ میں الوہی خصوصیات کے وجود پر یقین رکھتے تھے۔ یہ لوگ ایران میں پناہ گزین کی حیثیت سے داخل ہوئے اور پھر انہیں عزت و احترام دیا گیا۔ انہوں نے خوزستان (ایرانی صوبہ) میں جندی شاپور کا شہر آباد کیا اور وہاں پر ایک عظیم یونیورسٹی کی بنیاد رکھی جہاں پر طب کی تعلیم دی جاتی تھی۔ یہ یونیورسٹی عباسی عہد تک قائم رہی۔ سرزمین حجاز سے بھی کچھ لوگ وہاں تعلیم کے حصول کے لئے جاتے رہے۔ انہی نسطوری عیسائیوں کے گروہ در گروہ ایران میں راہبوں کا لباس پہن کر جگہ جگہ رکتے، تبلیغ کرتے اور آگے نکل جاتے۔ اسی طرح کے ایک گروہ کے ہمراہ حضرت سلمان فارسیؓ نے چل کر بیت المقدس کی جانب اپنے طویل سفر کا آغاز کیا تھا۔ آنحضور ﷺ کے معاصر ایرانی بادشاہ خسرو پرویز کی بیوی شیریں بھی ایک عیسائی خاتون تھی۔ یہ وہی خاتون ہے جس کا ذکر فرہاد و شیریں کی عشقیہ داستان کے ضمن میں آتا ہے۔ اس طرح ایران کے مغربی علاقوں میں عیسائیت کے گہرے اثرات موجود تھے

☆ فاضل السنہ الشرقیہ، ایم اے، ایم اوایل، پی ایچ ڈی (فارسی زبان و ادب)

اور پورے ملک فارس میں عیسائی راہبوں کے قافلوں کی نقل و حرکت کے باعث عیسائیت کافی حد تک ایران میں متعارف ہو چکی تھی۔

یہودیوں کے اثرات بھی کسی نہ کسی حد تک ایران میں موجود تھے۔ ہخامنشی عہد میں آج سے قریباً ۲۵۵۰ برس قبل ایرانی بادشاہ کوروش اعظم (Cyrus the Great) نے ایک کامیاب یلغار کے بعد یہودیوں کو بابل کے کلدانی حکمران کی ستر سالہ قید سے نجات دلوائی تھی اور انہیں دوبارہ سرزمین فلسطین میں آباد کیا تھا۔ اس نے اپنے خرچ سے بیت المقدس اور ملحقہ بستیاں تعمیر کروائی تھیں۔ یہ واقعہ حضرت عزیرؑ کی طویل نیند کے زمانے کا تھا اور آپؑ نے اپنی بیداری کے بعد فلسطین کو جو شاد و آباد دیکھا تھا اس کا تعلق کوروش اعظم کی اس خطہ کی از سرنو تعمیر سے وابستہ تھا۔ عموماً یہودیوں کے ساتھ اہل فارس کے اچھے روابط رہے اور یہ لوگ تجارتی مقاصد کے لئے نہ صرف سلطنت فارس کا سفر کرتے رہے بلکہ سرزمین ہند اور چین تک کے سفر کرتے رہے۔ چین اور ہند کے جنوبی علاقوں میں یہودی تجارت کے جو آثار ملے ہیں ان کے مطابق یہ لوگ (یہودی تاجر) فارسی زبان میں اپنا حساب کتاب رکھتے تھے۔ یہودیوں کی ایک قلیل تعداد سلطنت فارس کے مرکز میں بھی آباد تھی اور اب تک آباد چلی آ رہی ہے۔

ہندوستان سے جب بدھ مذہب کے پیروکاروں کو جلاوطن کیا گیا تھا تو یہ لوگ مشرقی ایران میں داخل ہو گئے تھے اور یہاں سے وسطی ایشیاء کے راستے چین میں داخل ہوئے تھے۔ سلطنت فارس کے شمال مشرقی (خراسانی) حصوں میں بدھ مذہب کے معابد اور بت خانے موجود تھے۔ بلخ میں نوبہار کا معبد خاص اہمیت کا حامل تھا۔ خاندان برامکہ (جس نے عباسی دور میں عروج و زوال کا امتزاج دیکھا تھا) کے اسلاف اسی معبد کے مدار المہام یا پروہت تھے۔ اس طرح سلطنت فارس کے شمالی اور انتہائی مشرقی خطوں میں بدھ بھکشو اپنے کشکول لئے گیروا لباس پہنے اپنے ریش و ابرو اور سر منڈوائے ناقوس بجا رہے تھے۔

سلطنت فارس کی حدود میں ہندوستان کے شمال مغربی خطے بشمول پنجاب و کشمیر بھی شامل تھے اور اس طرح ہندو مذہب اور جین مذہب کے اثرات بھی اس سلطنت پہ موجود تھے۔ ایرانی کسی نہ کسی حد تک اس مذہب کی رسوم و روایات اور طرز زندگی سے واقف

ضرور تھے۔

سلطنت فارس میں دو مذاہب مانوی اور مزدکیت بھی وجود میں آئے تھے اور آتے ہی ختم ہو گئے تھے، مگر ان کے اثرات عرصہ دراز تک لوگوں کے ذہنوں میں باقی رہ گئے تھے۔ مانوی مذہب کا بانی مانی (۲۱۵ ـ ۲۷۵ء) تھا۔ وہ یونانی ادب، فلسفہ، موسیقی، مصوری، ہیئت اور طب کا ماہر تھا۔ اس کے ہاں زرتشتی اور عیسائی عقائد کا امتزاج نظر آتا ہے۔ وہ مادہ اور روح کو ایک دوسرے کی ضد قرار دیتا ہے۔ وہ اس جہان کو نور اور تاریکی کی آمیزش قرار دیتا ہے۔ وہ روشنی کو اعلیٰ وارفع قرار دیتا ہے اور تاریکی کو ادنیٰ۔ اس کا خیال تھا کہ روشنی اور تاریکی کو زبردستی آپس میں ملایا گیا ہے اور بالاخر انہیں الگ ہو کے ہی رہنا ہے۔ مادہ اندھا ہے اور عقل اور ارادے سے محروم بھی۔ اس میں اگر حرکت ہے تو وہ روح کے ملنے کی وجہ سے ہے۔ مادے نے بالاخر تاریکی کی طرف لوٹنا ہے اور روح کو مادے سے نجات حاصل کرنے کے لئے کوشش کرنا ضروری ہے۔ وہ تخلیق کائنات کو شر کی تخلیق قرار دیتا تھا اور ہستی مطلق یعنی خدا کو نورانی کائنات کا باپ قرار دیتا تھا۔ وہ جسم کو روح کا قید خانہ قرار دیتا تھا۔ وہ آواگون یعنی تناسخ کا قائل تھا۔ وہ شادی بیاہ اور بچے پیدا کرنے کو بھی گناہ قرار دیتا تھا اور تجرد کی تلقین کرتا تھا۔ وہ کھانا کھانے سے اجتناب کا درس دیتا تھا۔ اس کے پیروکار گوشت نہیں کھاتے تھے، صرف سبزی خور تھے اور دنیوی مال و متاع سے پرہیز کرتے تھے۔ یہ لوگ خانہ بدوش تھے۔ وہ ایک دن کی خوراک اور ایک سال کے لئے کپڑوں سے بڑھ کر کوئی چیز اپنے پاس نہیں رکھتے تھے۔ اس کے پیروکاروں کا خیال تھا کہ ان کے دلوں پر چار مہریں (محبت، ایمان، خوف اور عقل نیک) کی لگی ہوئی تھیں۔ وہ سال میں پچاس دن کا روزہ رکھتے اور عبادات پر زور دیتے تھے۔ یہ لوگ حضرت مسیحؑ سے بھی عقیدت کا اظہار کرتے تھے۔ ساسانی بادشاہ شاپور نے ۲۷۵ء میں اس مذہب کے بانی مانی کو بابل میں سولی پہ لٹکا دیا تھا۔ یہ مذہب ایران میں ختم ہو گیا مگر اس کے پیروکار ایران سے باہر شمالی افریقہ اور یورپ تک چلے گئے اور اس مذہب کے مظاہر کشمیر اور تبت تک کی غاروں میں اب بھی نظر آتے ہیں۔ ان کے عقائد کے اثرات بعد میں تصوف پر بھی مرتب ہوئے۔

اسی طرح ایک خالص ایرانی مذہب مزدکیت کا تھا۔ اس کا زمانہ تاریخی اعتبار سے اسلام سے قریب تر تھا اور اس مذہب کا بانی مزدک ۲۹۔۵۲۸ء میں شہزادہ خسرو (خسرو نوشیروان) کے سپاہیوں کے ہاتھوں قتل ہو گیا تھا۔ ساسانی بادشاہ قباد نے مزدکی مذہب قبول کر لیا تھا اور یہ مذہب اشتراکیت کی ابتدائی صورت معلوم ہوتا ہے۔ وہ اسباب دنیوی، مال و متاع اور حتیٰ کہ خواتین کی حد تک اشتراک کا قائل تھا۔ وہ گوشت خوری، شکار، جنگ و جدال اور خونریزی کا مخالف تھا۔ وہ دنیا کی تخلیق کو تین عناصر آگ، پانی اور مٹی کا امتزاج قرار دیتا تھا اور اس کا خیال تھا کہ اگر ان عناصر میں اعتدال رہے تو خیر وجود میں آتا ہے اور اگر اعتدال ختم ہو جائے تو شر۔ وہ ذہانت، حافظے، عقل اور توکل کو ذات خداوندی کی خصوصیات قرار دیتا تھا۔ اس کے پیروکاروں نے شاہی گودام اور خوراک کے ذخائر لوٹ کر لوگوں میں تقسیم کر دیئے تھے۔ وہ ایک ہی جیسا لباس پہنتے تھے۔ مزدکیت کے اثرات زمانہ بعد میں قرامطہ اور اسماعیلی فدائین کے علاوہ کچھ صوفیانہ گروہوں میں بھی نظر آتے ہیں۔

سلطنت فارس کا سرکاری مذہب زردشتی یا مجوسی مذہب تھا۔ زردشت کے زمانے کے بارے میں اختلافات موجود ہیں۔ کچھ لوگ اسے حضرت ابراہیمؑ کا معاصر قرار دیتے ہیں اور کچھ اسے پانچ ہزار قبل مسیح کے دور سے وابستہ کرتے ہیں۔ زردشت کا تعلق موجودہ آذربائیجان سے تھا۔ وہ خالصتاً ایرانی النسل تھا اور اس کا ظہور اس زمانے میں ہوا تھا جب آریاؤں نے ایرانی علاقوں میں آبادکاری کے بعد گلہ بانی چھوڑ کر زراعت کا پیشہ اپنایا تھا۔ یہ زمانہ ۱۲۰۰ تا ۱۰۰۰ ق م کا معلوم ہوتا ہے۔ یہ مذہب خالصتاً توحید کے نظریہ پر قائم تھا مگر بعد میں اس میں ثنویت (Dualism) کے عقائد کا غلبہ ہو گیا۔ علاوہ بریں آتش پرستی کا رجحان عبادات میں غالب آ گیا۔ پاکستان میں ٹیکسلا کے مقام پر قبل مسیح دور کے آتش کدے کے آثار ملے ہیں۔

زردشت خدائے برتر کو اہورامزدا کی تخلیق قرار دیتا تھا۔ بعد میں خیر کی قوتوں کے مظہر کو یزدان اور شر کی قوتوں کے مظہر کو اہرمن کا نام دے دیا گیا۔ وہ خیر کے پہلو کو دائمی، تعمیری، روشن، زندہ اور خوبیوں کا شاہکار قرار دیتا تھا اور شر کے پہلو کو عارضی، تخریبی،

موت اور عذاب قرار دیتا تھا۔ وہ اھورا مزدا میں چھ صفات یعنی عقل کل' روح کل' مشیت ازلی' مادہ' لامحدود مکان اور لامحدود زمان کا قائل تھا۔ وہ انسان کو بھی وجود مطلق کی تمثیل قرار دیتا تھا۔ نور و ظلمت کی اصطلاحات بعد میں اسلام میں بھی مروج ہو گئی تھیں۔ اس مذہب میں انسانی طبقہ بندی تھی اور آتش مقدس میں تیل' عود' لوبان' صندل سب کچھ جلا دیا جاتا تھا اور لوگوں کی کمائی جابرانہ طور پر ضبط کر کے آتش کدوں کی نذر کر دی جاتی تھی۔ بادشاہ کو خدا کا مظہر قرار دیا جاتا تھا اور اس کا حکم اٹل تھا۔ بادشاہ کو خدائے خدایگاں یا شہنشاہ کہا جاتا تھا اور اس کی وفاداری مذہبی طور پر لازم تھی۔ بعد کے زمانے میں آگ کو ہمیشہ روشن رکھا جاتا تھا اور اس کی پرستش کی جاتی تھی۔ کچھ لوگ مظاہر فطرت یعنی سورج' سمندر' جھیلوں اور درختوں کا احترام بھی کرتے تھے۔

آنحضور ﷺ کی پیدائش

آنحضور ﷺ کی ولادت باسعادت ۵۷۱ء میں ہوئی۔ یہ زمانہ خسرو نوشیروان (۵۳۱۔۵۷۹ء) کا تھا۔ اس بادشاہ کی بابت مشہور تھا کہ وہ انتہائی عادل حکمران تھا' حالانکہ یہ وہی بادشاہ تھا جس نے کم از کم اٹھارہ ہزار مزدکیوں کو ان کے مذہب کے بانی سمیت قتل کر دیا تھا۔ اس نے شام کی مشہور ساحلی بستی انطاکیہ کو فتح کر کے وہاں پر مظالم کے پہاڑ توڑے تھے۔ تاہم اس نے اپنے طویل عہد حکومت میں اصطلاحات کا آغاز کیا تھا اور زراعت و تجارت کو ترقی دی تھی۔ ایک روایت عموماً بیان کی جاتی ہے کہ آنحضور ﷺ نے اس بات پر فخر کا اظہار کیا تھا کہ آپ نوشیروان جیسے عادل بادشاہ کے دور میں پیدا ہوئے تھے۔ شیخ سعدیؒ نے گلستان میں اتابک ابوبکر زنگی کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ مجھے آپ کی حکومت کے عہد میں زندگی گزارتے ہوئے اسی طرح فخر ہے جیسے آنحضور ﷺ کو عہد نوشیروان پر تھا۔ یہی بات ملا عبدالقادر بدایونیؒ نے شیر شاہ سوری کو کہی تھی۔ لیکن یہ روایت نہ تو حدیث کی کسی مستند کتاب میں ملتی ہے اور نہ ہی قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کہ آپؐ نے کسی مجوسی بادشاہ کے عہد حکومت پر فخر کا اظہار کیا ہو۔

آپ ؐ کی پیدائش کے موقع پر دریائے دجلہ کے کنارے آباد شہر مدائن (جو مختلف بستیوں کا مجموعہ تھا) ایران کا دارالحکومت تھا اور تخت شاہی پہ نوشیروان متمکن تھا۔ آنحضور ﷺ کی پیدائش کی شب دریائے دجلہ میں سخت طغیانی آئی اور دریا کا پانی مدائن کی تمام بستیوں میں پھیل گیا۔ پھر شدید زلزلہ آیا اور شاہی محل یعنی ایوان کسریٰ کے چودہ کنگرے زمین پر آن گرے اور طاق کسریٰ میں دراڑیں پڑ گئیں۔ آتش کدۂ فارس کی صدیوں سے روشن آگ اچانک بجھ گئی۔ اسی رات فارس کے ایک عظیم مذہبی رہنما کو خواب میں دکھائی دیا کہ وحشی اونٹوں کا ایک بہت بڑا گلہ ہے جو عربی گھوڑوں کو کھینچ رہا ہے اور یہ جانور سلطنت فارس کی بستیوں میں پھیل رہے ہیں۔

ان واقعات کے اچانک ظہور میں آنے پر عمائدین سلطنت میں کھلبلی سی مچ گئی اور ان کی وضاحت پیش کرنا مشکل ہو گیا۔ اہل فارس مشکل مواقع پہ اپنے باجگزار اہل حیرہ (جو مذہباً عیسائی تھے) سے رجوع کیا کرتے تھے۔ خسرو نوشیروان نے ایک قاصد کے ذریعے حیرہ میں تعینات اپنے گورنر نعمان ابن منذر کو کہلا بھیجا کہ کسی عقل مند عالم کو ان واقعات کی توضیح کے لئے مدائن بھجوانے کا بندوست کیا جائے۔ حسب فرمان ابن عمر انصانی کو دارالحکومت بھجوایا گیا۔ اس نے دربار شاہی میں اپنی معذوری کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ وہ کوئی رائے دینے سے قاصر ہے۔ پھر وہ بادشاہ کی اجازت سے شام میں مقیم اپنے ماموں کے ہاں پہنچا جو اپنے وقت کا مشہور کاہن تھا۔ بزرگ کاہن بستر مرگ پر دراز تھا۔ اس نے بھانجے کی آمد کا مقصد معلوم کیا اور خواب کی تفصیل سنتے ہی کہا کہ اب ساسانی سلطنت کے زوال کا وقت آن پہنچا ہے۔ مختصر عرصہ میں نوشیروان کے خاندان کے چودہ افراد حکومت کر چکیں گے تو ساسانی سلطنت اختتام پذیر ہو جائے گی۔

یہ امر بھی دلچسپی کا حامل ہے آنحضور ؐ کی پیدائش سے قبل اکثر لوگ آپ ؐ کی آمد کی بابت پیشین گوئیاں کرتے رہے تھے۔ مشہور ساسانی بادشاہ شاپور نے عرب علاقوں کو اپنے تصرف میں لاتے ہوئے اہل عرب پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ دیئے۔ پھر اہل عرب کے کندھوں میں سوراخ کروا کے ان میں رسیاں ڈال کر عربوں کو تذلیل کا نشانہ بنایا۔ شہنشاہ فارس شاپور ذوالاکتاف پورے طمطراق سے فتح کے نشے میں مست گزر رہا تھا کہ ایک بل

پر ایک بوڑھی عرب عورت نے اسے روک کر کہا کہ عرب پر اس قدر ظلم نہ ڈھانا کہ تمہاری قوم کو اس کا حساب خوفناک اژدھے کی طرح نگل لے۔ ممکن ہے کہ عرب میں ایک بچہ پیدا ہو جو ایک دن اہل فارس کی سلطنت کو تہس نہس کر کے رکھ دے۔ کوئی تین سو برس بعد یہ پیشین گوئی پوری ہونے کا دن آ گیا۔

آنحضور ﷺ کا بچپن اور جوانی

آنحضور ﷺ کی پیدائش کے فوراً بعد یمن پر ایرانی حکومت مستحکم ہو چکی تھی۔ خسرو نوشیروان بڑھاپے کا شکار ہو چکا تھا اور اس کی سرزمین کو شمال مشرق سے ھن قبائل (ترکوں) کے پے در پے حملوں کا شکار ہونا پڑ رہا تھا۔ عرب کی سرزمین پر اس کی حکومت قائم تھی۔ مدینہ منورہ میں اہل فارس کی حکومت کے اثرات کسی حد تک نمایاں تھے۔ مکہ مکرمہ کی مثال آج کل کے پاکستانی قبائلی علاقہ کی تھی جہاں قانوناً تو شہنشاہ فارس کی حکومت تھی مگر عملاً قبائل خود مختار تھے اور اپنے معاملات خود حل کرنے کے دعویدار تھے۔ مکہ کی اہمیت شام و یمن کے مابین اہم تجارتی راستہ کے مرکز کی تھی۔ مشرکین مکہ شاہ فارس کی وفاداری کا دم بھرتے تھے اور اس کی فتوحات پر خوشی کا اظہار کیا کرتے تھے۔ رومی عیسائیوں سے ان کا معاندانہ رویہ بھی اپنی جگہ پر تھا۔ پھر روم و فارس کی کشمکش کا دائرہ بھی ان کے تجارتی روابط میں حائل ہوتا تھا۔ سرزمین شام و فلسطین جو روم و فارس کی کشمکش کی آماجگاہ تھی وہ بھی مکہ سے چنداں دور نہیں تھی۔

آنحضور ﷺ کے زمانہ میں حجاز کے دانشمند جندی شاہ پور(ایران) میں تعلیم و تربیت کے حصول کے لئے جایا کرتے تھے اور مکہ کے تجارتی قافلوں کے سفر حیرہ' بصرہ' طیسفون اور دیگر ایرانی شہروں تک اکثر ہوا کرتے تھے۔ اس طرح اہل مکہ اہل فارس کی جنگی' تمدنی اور تہذیبی سرگرمیوں سے باخبر ضرور رہتے تھے۔

آنحضور ﷺ کی ابتدائی زندگی میں ایران و روم کی مخاصمت زوروں پر تھی اور ان کے مابین ایک خونریز جنگ ۵۷۲ء سے ۵۷۹ء کے عرصہ تک جاری رہی تھی۔ ابتداء میں رومیوں کو سخت ہزیمت سے دوچار ہونا پڑا اور رومی شہنشاہ جستن کو اسی شکست کے

نتیجہ میں تاج و تخت سے دستبردار ہونا پڑا اور اس کی جگہ طبریوس نے لی۔ طبریوس نے بھی مصالحت کا راستہ اپنانے میں عافیت سمجھی' مگر اس جنگ کا زمانہ نوشیروان کے بیٹے ہرمز چہارم کے ابتدائی عہد تک پھیلا رہا جو ۵۷۹ء سے لے کر ۵۹۰ء کے عرصہ تک محیط رہا اور یہ زمانہ بھی ترکوں اور رومیوں سے جنگ کی حالت میں گزرا۔

بعض روایات کے مطابق آنحضور ﷺ نے اپنے چچا ابو طالب کے ہمراہ بارہ برس کی عمر میں شام کا تجارتی سفر کیا اور آپ شام سے واپسی پر بصرہ پہنچے اور راستے میں حیرہ کے علاقہ میں (جہاں نسطوری عیسائیوں کی آبادی تھی) بحیرہ راہب سے ملاقات ہوئی جس نے آپؐ کی نبوت کی پیشین گوئی کرتے ہوئے جناب ابو طالب سے کہا کہ آپ اس بچے کو فوراً بحفاظت واپس لے چلیں۔ مورخین اور سیرت نگاروں نے اس واقعہ کی تاریخی صحت پر کئی اعتراضات کئے ہیں اور اسے مشکوک قرار دیا ہے۔ اگر اسے سچ مان لیا جائے تو بھی شام سے مکہ کی جانب واپسی کے راستے بصرہ سے نہیں گزرتے تھے۔ تاہم یہ ممکن ہے کہ اگر تجارتی مال شام (رومی علاقہ) سے بصرہ (فارس کا علاقہ) لانا مقصود تھا اور پھر وہاں اس سامان کو فروخت کر کے مزید تجارتی مال مکہ کی جانب لانا تھا تو پھر کوئی نہ کوئی صورت پیدا ہوتی دکھائی دیتی ہے۔ اگر یہ واقعہ صحیح مانا جائے تو یہ سفر ان راستوں پر ہی ممکن تھا جہاں اہل فارس کا بول بالا تھا' بلکہ وہاں پر اہل فارس کے اہم ترین سیاسی' تمدنی' ثقافتی اور جنگی مراکز واقع تھے۔ اس طرح ممکن ہے کہ آنحضورؐ اپنے بچپن میں سرزمین فارس میں داخل ہوئے ہوں جہاں کی زبان' بود و باش اور ثقافت آپ کے لئے بالکل اجنبی تھی۔ اس صورت میں آپؐ کے مشاہدات کیا تھے اور آپؐ کے ذاتی تجربات کیا تھے' ان کا ذکر ہمیں کہیں ملتا تو نہیں مگر آنحضورؐ کے اقوال و احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی نظر میں فارس کی تہذیب و تمدن کا ایک واضح نقشہ ضرور موجود تھا اور آپ ان کی جنگی فتوحات سے باخبر تھے۔ تجارتی قافلوں کے ذریعے سفر کرنے والوں کی زبانی حالات و واقعات کی تمام تفاصیل بھی مکہ پہنچتی رہتی تھیں۔ مزید برآں جوانی کی دہلیز پہ قدم رکھتے ہی خود آنحضورؐ نے بھی تجارتی سفر شروع کر دیئے تھے اور تمام تاجروں کو سفر کے آغاز سے پہلے اردگرد کے خطوں کے حالات خصوصاً تجارتی راستوں پہ واقع شہروں کی بابت

معلومات جمع کرنا ضروری تصور کیا جاتا تھا۔ نیز وہاں کے امن و امان' ممکنہ طور پر فراہم ہونے والے اور بکنے والے سامان اور دیگر ضروریات زندگی کا علم ضروری تصور ہوتا تھا۔ اس لئے یہ ضروری تھا کہ آنحضور ﷺ اپنے پیشے کی ضرورت کے مطابق ان حالات و واقعات سے باخبر ہوں۔ پھر وہ فہم و فراست اور نگاہ دوربین جو خدائے بزرگ و برتر نے آپؐ کو عطا کی تھی وہ اس امر کا تقاضا کرتی تھی کہ آپؐ جہاں سے بھی گزریں وہاں کے مشاہدات سے آپ نتائج اس انداز سے اخذ فرمائیں جو باقی لوگوں کے ذہن سے اوجھل ہوں۔ ہرچند کہ آپؐ نہ پڑھ سکتے تھے اور نہ ہی لکھ سکتے تھے مگر آپ کی نگاہ دور رس بین الاقوامی تبدیلیوں کی گہرائیوں میں اتر رہی تھی۔ (جاری ہے)

تربیتی و مشاورتی اجتماع (برائے ملتزم رفقاء) کے موقع پر
صُفّہ پبلشرز کی کتابوں پر 25 تا 50% خصوصی رعایت

- صالح خاوند صالح بیوی
  تالیف : مجلس علماء جنوبی افریقہ' ترجمہ و اضافہ : غازی محمد اسحاق
  جس میں شوہر اور بیوی کے حقوق و فرائض قرآن واحادیث کی روشنی میں بیان کئے گئے ہیں۔
  قیمت مجلد۔/100 روپے' غیر مجلد دو حصوں میں۔/60 روپے فی کتاب
- تعارفِ الکتاب
  ڈاکٹر اسرار احمد (امیر تنظیم اسلامی) کی پاکستان ٹیلی ویژن پر رمضان المبارک 1398ھ میں نشر شدہ تیس تقاریر کا مجموعہ' جس میں قرآن حکیم کے تیس پاروں کے اہم مضامین کا اجمالی بیان ہے۔
  قیمت مجلد۔/90 روپے' غیر مجلد ۔/60 روپے
- تقویۃ الایمان
  مولانا اسماعیل شہید رحمتہ اللہ علیہ کی شہرۂ آفاق تالیف' جس میں توحید اور اتباع رسولؐ کی خوبیاں اور شرک وبدعت کی برائیاں بیان کی گئی ہیں۔ قیمت مجلد : 80 روپے
- زندگی تصنیف : مولوی افضل حق مرحوم
- تعلیم الاسلام از : حضرت مفتی محمد کفایت اللہؒ
- رائٹ وے اردو ۔ اور ۔ انگریزی قاعدہ
  نرسری جماعت کے بچوں کے لئے نہایت خوبصورت باتصویر قاعدے

جنوں میں جتنی بھی گزری بکار گزری ہے!

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کی ۱۵/ اپریل تا ۳۱/ اگست ۹۷ء تک کی دعوتی سرگرمیوں اور مصروفیات کی اجمالی رپورٹ

۱۶/ اپریل کو امیر محترم نے پرل کانٹی نینٹل میں خواتین سے خطاب فرمایا۔ اس خطاب کا انتظام پاکستان ویمن آرگنائزیشن نے کیا تھا۔

۲۰ تا ۲۳/ اپریل مرکزی مجلس مشاورت کی نشستوں میں شرکت رہی۔ ۲ تا ۵/ مئی حلقوں کے ناظمین سے علیحدہ علیحدہ ملاقاتیں اور توسیعی مجلس عاملہ کا اجلاس ہوا جس میں تنظیم کے انتظامی ڈھانچے میں تبدیلی کا اہم فیصلہ کیا گیا۔ اسی دوران ۴/ مئی کو علامہ اقبال میڈیکل کالج میں خطاب ہوا۔ ۷/ مئی کو خانہ فرہنگ ایران نے امیر محترم کا مفصل انٹرویو ریکارڈ کیا۔

۱۹/ مئی کو میاں محمد شریف دوبارہ اپنے تینوں بیٹوں میاں نواز شریف' میاں شہباز شریف اور میاں عباس شریف کے ہمراہ ملاقات کے لئے آئے۔ امیر محترم نے انہیں دستور میں موجود تضادات کی جانب دوبارہ توجہ دلا کر انہیں ختم کرنے اور قرآن و سنت کو سپریم لاء بنانے کو کہا اور خصوصاً سود کو ختم کرنے کے فیڈرل شریعت کورٹ کے فیصلے کے خلاف دائر کردہ اپیل واپس لینے کو کہا اور سودی معیشت ختم کرنے کی جانب توجہ دلائی۔ مزید برآں امیر محترم نے وزیراعظم ہاؤس میں ایک وفد کی صورت میں ملاقات کا وقت بھی لے لیا۔

۲۱/ مئی کو راولاکوٹ کے ضلع کونسل ہال میں خطاب ہوا اور بعد نماز مغرب سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ ۲۲/ مئی کو صبح دس بجے راولاکوٹ بار ایسوسی ایشن سے خطاب فرمایا۔ شام کو اسلام آباد میں ڈاکٹر وحید الزمان اور عبدالحفیظ کھوکھر صاحبان سے ملاقاتیں ہوئیں۔ ۲۳/ مئی کو امیر محترم نے صدر مملکت جناب فاروق احمد خان لغاری سے ملاقات کی جس میں ان سے دیگر امور کے علاوہ دستوری نفاق دور کرنے کے مطالبے کی تائید کرنے کو کہا۔ دوپہر کو جامع مسجد گلشن دادن مری روڈ میں نماز جمعہ سے قبل تکمیل دستور خلافت کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ نماز کے بعد سوال و جواب کی نشست بھی بھرپور رہی۔ بعد نماز مغرب راولپنڈی اور اسلام آباد کی تنظیموں کے امراء سے پہلے اجتماعی اور پھر ہر ایک سے علیحدگی میں ملاقاتیں کیں اور بعض تنظیمی امور پر مشورہ کیا۔ ۲۴/ مئی کو ۱۱

بجے دن امیر محترم نے انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی میں بزبان انگریزی "خلافت کا مفہوم اور عصر حاضر میں اس کا دستوری خاکہ" کے موضوع پر خطاب فرمایا۔

اس پروگرام سے فارغ ہو کر امیر محترم اپنے ساتھیوں پر مشتمل وفد کے ہمراہ وزیراعظم پاکستان میاں محمد نواز شریف سے وزیراعظم ہاؤس میں ملاقات کے لئے تشریف لے گئے۔ وزیراعظم سے ملاقات میں انہیں یادداشت بھی پیش کی گئی اور زبانی بھی دستوری منافقت اور سودی معیشت کو ختم کرنے کی جانب توجہ دلائی گئی، جس پر نواز شریف صاحب نے دو مرتبہ راجہ ظفرالحق صاحب سے کہا کہ راجہ صاحب آپ ترمیمی بل لانے کی تیاری کیجئے۔

اسی روز بعد نماز مغرب واہ کینٹ کی جامع مسجد لالہ رخ میں "عظمت شہادت" کے موضوع پر خطاب فرمایا۔

۲۵/ مئی کو ۱۱ بجے امیر محترم نے پریس کانفرنس سے خطاب فرمایا۔ بعد نماز ظہر رفقاء کے اجتماع سے خطاب فرمایا۔ بعد نماز عصر انجمن خدام القرآن کے زیر اہتمام اسلام آباد ہوٹل میں "ملکی معیشت کی تباہی کے اسباب" کے موضوع پر منعقدہ سیمینار میں مفصل خطاب فرمایا۔

۲۶/ مئی کو امیر محترم نے تنظیم اسلامی کے وفد کے ہمراہ آزاد کشمیر کے سابق وزیراعظم سردار عبدالقیوم خان سے ان کے مکان پر ملاقات میں باہمی دلچسپی کے امور پر گفتگو کی۔ ساڑھے گیارہ بجے تنظیمی وفد کے ہمراہ افغانستان کے سفیر مولوی شہاب الدین دلاور صاحب سے ملاقات کی اور انہیں پاکستان کے طالبان حکومت تسلیم کئے جانے پر مبارکباد پیش کی۔

۳۰/ مئی کو امیر محترم کراچی کے چار روزہ دورے پر تشریف لے گئے۔ ۳۱/ مئی کو قرآن اکیڈمی کراچی میں رفقاء کراچی کے اجتماع سے خطاب فرمایا۔ یکم جون کو ۸/ بجے شب آئی بی اے ہال میں جلسہ عام سے "موجودہ عالمی حالات اور ہماری ذمہ داریاں" کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ ۲/ جون کو امیر محترم نے رفقاء کے اعزہ و احباب کے خصوصی اجتماع میں "تنظیم اسلامی کی دعوت اور اسلامی انقلاب کا طریقہ کار" مفصل بیان فرمایا۔

۱۱/ جون کو امیر محترم نے جمعیت العلماء اسلام کے سرپرست اعلیٰ مولانا محمد اجمل خان سے لاہور میں ان کے مدرسے میں جا کر ملاقات فرمائی۔ ۱۲/ جون کو افغانستان کے سفیر مولوی شہاب الدین دلاور امیر محترم سے ملاقات کے لئے قرآن اکیڈمی تشریف لائے۔ ان سے مفصل ملاقات اور افغانستان کے حالات پر گفتگو ہوئی۔

۱۳، ۱۴/ جون کو برادرم باسط بلال کے لیکچرز میں شرکت فرمائی۔ ۱۵/ جون کو سیالکوٹ میں انوار

کلب ہال میں "حالیہ عالمی و علاقائی تبدیلیاں اور مسلمانان پاکستان کی ذمہ داریاں" کے موضوع پر خطاب فرمایا۔

۱۷/جون کو امیر محترم نے شیعہ سنی مفاہمت کے ضمن میں تحریک جعفریہ پنجاب کے صدر سید واجد علی شاہ' سپاہ محمد کے جنرل سیکرٹری سید شاکر حسین نقوی اور مولانا ہادی نقوی کو کھانے پر ملاقات کی دعوت دی۔ شیعہ سنی مفاہمت کے موضوع پر تفصیلی گفتگو ہوئی۔ ۱۹/جون کو امیر محترم نے جامعہ حزب الاحناف کے مہتمم مولانا محمود احمد رضوی صاحب سے ان کی رہائش گاہ پر ملاقات فرمائی۔

۲۱/جون کو امیر محترم کوئٹہ تشریف لے گئے۔ اسی روز بعد نماز مغرب روزنامہ "باخبر" کو مفصل انٹرویو دیا۔ ۲۲/جون کو تشکیل دستور خلافت کے ضمن میں منعقدہ ریلی کی قیادت کی اور خطاب فرمایا۔ ۲۳/جون کو امیر محترم نے کوئٹہ بار کونسل سے خطاب فرمایا۔ اسی دن روزنامہ مشرق نے امیر محترم کا انٹرویو لیا۔ شام کو بعد نماز مغرب روزنامہ کوہستان نے انٹرویو لیا۔ ۲۴/جون کو امیر محترم نے انجمن خدام القرآن کوئٹہ کے اجلاس کی صدارت فرمائی۔ بعد نماز عصر تنظیم کے رفقاء سے ملاقات فرمائی۔ ۲۵/جون کو ایرانی قونصلیٹ اور مقامی شیعہ علماء سے الگ الگ ملاقاتیں فرمائیں۔

۲۸/جون کو امیر محترم دورۂ سرحد کے لئے پشاور تشریف لے گئے۔ اسی روز پشاور کے کثیر الاشاعت روزنامہ مشرق نے امیر محترم سے پینل انٹرویو کیا۔ پینل کے سوالات کے جواب دیتے ہوئے آپ نے ملکی و بین الاقوامی حالات کے حوالے سے تنظیم کے موقف کی وضاحت فرمائی۔ ۲۹/جون کو امیر محترم نے سواڑی ضلع بونیر میں "احیائے خلافت کے ضمن میں مالاکنڈ کی خصوصی اہمیت" کے موضوع پر خطاب فرمایا اور سوال و جواب کی نشست ہوئی۔

۴/جولائی کو امیر محترم نے قرآن آڈیٹوریم لاہور میں شیعہ سنی مفاہمت کے موضوع پر منعقدہ سیمینار کی صدارت فرمائی اور خطاب بھی فرمایا۔ ۶/جولائی کو الحمراء ہال نمبرا میں تشکیل دستور خلافت کے موضوع پر منعقدہ جلسہ کی صدارت فرمائی اور صدارتی خطاب بھی فرمایا۔ ۶'۷/جولائی کو توسیعی مجلس عاملہ کے اجلاس کی صدارت فرمائی۔

۸/جولائی کو آپ ملتان تشریف لے گئے۔ وہاں قبل دوپہر ۳۰ روزہ تربیت گاہ کی اختتامی تقریب میں شرکت کی اور خطاب فرمایا اور شام کو بعد نماز مغرب رضا ہال میں "نیا عالمی استعمار اور موجودہ فرقہ وارانہ چپقلش" کے موضوع پر خطاب فرمایا۔

۱۱/جولائی کو امیر محترم رفیق تنظیم ڈاکٹر احمد افضال کا نکاح پڑھانے گوجرانوالہ تشریف لے گئے

جہاں آپ نے خطبہ نکاح کی تشریح کرتے ہوئے اصلاح رسوم کے موضوع پر مفصل خطاب فرمایا۔

۱۲/ جولائی کو آپ کراچی تشریف لے گئے۔ ۱۲/ جولائی ہی کو آپ نے انجمن کے ایک ہمدرد جناب خلیل احمد صاحب اللہ والے کے ہاں "تنظیم اسلامی کی دعوت' اہداف اور طریقہ کار" کے موضوع پر خطاب فرمایا اور بعد ازاں شرکاء کے سوالات کے جواب بھی دیئے۔ ۱۳/ جولائی کو امیر محترم نے آئی بی اے آڈیٹوریم میں "محمد ﷺ بحیثیت داعی انقلاب" کے موضوع پر خطاب فرمایا۔

۱۸/ جولائی کو امیر محترم شمالی امریکہ کے دعوتی دورہ پر تشریف لے گئے۔ وہاں سے ۳/ ستمبر کی شب واپسی ہوئی۔ امریکہ میں امیر تنظیم کی دعوتی سرگرمیوں کی رپورٹ جسے برادرم ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب معاون امیر تنظیم اسلامی برائے بیرون پاکستان نے مرتب کیا ہے' حسب ذیل ہے :

محترم امیر تنظیم اسلامی کا سفر امریکہ

امیر محترم نے اپنے گزشتہ summer کے سفر کے دوران یہ شرط عائد کی تھی کہ جب تک امریکہ کے رفقاء میں سے کوئی سینئر اور ان کا معتمد علیہ رفیق تنظیم کے لئے ہمہ وقت فراغت اختیار نہیں کرتا وہ امریکہ نہیں جائیں گے۔ موصوف کی اس دھمکی پر رفیق محترم عطاء الرحمٰن صاحب نے اپنی Job سے استعفاء دیا اور نصف تنخواہ پر تنظیم کے لئے کام کرنے کی حامی بھری تو امیر محترم نے موصوف کو دو سال کے لئے TINA کا امیر نامزد کر دیا۔ امیر محترم نے اپنے وعدے کی پاسداری کی خاطر اس سال ویزے کی درخواست دی تو پانچ سال کا Multiple Visit ویزا بھی مل گیا اور امیر ٹینا نے بھی وعدے کے پابند اپنے بوڑھے امیر کو خوب استعمال کیا' جس کی تفصیل حسب ذیل ہے :

امیر محترم ۱۸ جولائی کو لاہور سے نیویارک پہنچے۔

— ۱۹ اور ۲۰ جولائی کو آپ نے ملتزم رفقاء کے تربیتی اجتماع سے خطاب کیا۔

— ۱۹ جولائی ہی کو آپ نے نیویارک میں ہونے والی سیرۃ النبی ﷺ کانفرنس میں شرکت کی اور شیعہ سنی منافرت کو پیش آمدہ حالات میں امت محمد علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے لئے سب سے بڑا خطرہ قرار دیا۔

— ۲۱/ جولائی کو امیر تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے مسجد دار القرآن بے شور لانگ آئی لینڈ میں "نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ہمارے تعلق کی بنیادیں" کے موضوع پر خطاب فرمایا۔

— ۲۲/ جولائی کو مکی مسجد Brooklyn میں اسی موضوع پر اردو میں خطاب ہوا۔ امیر محترم

نے واضح فرمایا کہ اطاعت بغیر محبت نفاق کی شکل اختیار کرلیتی ہے اور محبت بغیر اطاعت کے فسق بن جاتی ہے۔

— ۲۳/جولائی کو امیر محترم نے ٹرینٹن (Trenton) نیو جرسی میں مسجد الصفات میں "اتحاد امت مسلمہ کیوں اور کیسے؟" کے موضوع پر خطاب فرمایا جس میں آپ نے واضح کیا کہ اتحاد صرف مشترک مقصد (غلبہ دین) اور مشترک خوف (تقویٰ) کی بنیاد پر ہی حاصل کیا جا سکتا ہے اور کوئی ایک قائد ہی امت کو مجتمع کر سکتا ہے۔

— ۲۴/جولائی کو محترم ڈاکٹر صاحب نے واشنگٹن ڈی سی اور بالٹی مور کے رفقاء سے تنظیمی ملاقات کی۔

— ۲۵/جولائی کو آپ نے مسلم کیمونٹی سینٹر سلور سپرنگ میری لینڈ میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا' موضوع تھا "اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم"۔

— ۲۶/جولائی کو مسجد الرحمٰن اسلامک سوسائٹی آف بالٹی مور میری لینڈ میں "اقامت دین" کے موضوع پر خطاب ہوا۔

— ۲۷/جولائی کو دو خطاب ہوئے' پہلا "فلسفہ سیرۃ اور اقامت دین کے طریق کار" کے موضوع پر اسلامک کیمونٹی سینٹر لارل میں اور دوسرا "اقامت دین کی اہمیت" کے موضوع پر دارالہجرہ فالز چرچ ورجینیا میں۔

— ۲۹اور ۳۰ جولائی کو امیر محترم نے نارتھ جرسی تنظیم کے رفقاء سے ملاقات کی اور TINA کے ایگزیکٹو بورڈ کے اجلاس کی صدارت کی۔

— ۳۰/جولائی کو امیر محترم نے اسلامک سینٹر آف لانگ آئی لینڈ ویسٹ بری میں خطاب فرمایا۔

— یکم اگست کو آپ نے ڈین بری میں اسلامک سوسائٹی آف کونیکٹیکٹ میں خطاب فرمایا۔

— ۲/اگست کو امیر محترم نے سینٹرل اور ساؤتھ جرسی کی تنظیموں کے رفقاء سے ملاقات کی۔

— ۳/اگست کو امیر محترم نے ڈیٹرائٹ میں "PLIGHT OF UMMAH" کے موضوع پر ایک لیکچر دیا۔

— ۳/اگست ہی کو موصوف نے ڈیٹرائٹ کے رفقاء سے بھی ملاقات کی۔

— ۵اور ۶/اگست کو امیر محترم نے مسلم مسجد سیکرامنٹو کیلی فورنیا میں لیکچرز دیئے۔ ۵/اگست کے لیکچر کا موضوع تھا "برعظیم پاک و ہند میں امت مسلمہ کی موجودہ کیفیت" اور ۶/اگست کے لیکچر کا موضوع تھا "اقامت دین"۔

— ۶/اگست کو محترم ڈاکٹر صاحب نے سیکرمنٹو کے رفقاء سے ملاقات بھی کی۔
— ۷/اگست کو ڈیوس کیلی فورنیا کے مسلمانوں سے "خلافت علیٰ منہاج النبوۃ" کے موضوع پر خطاب ہوا۔
— ۸/اگست کا خطبہ جمعہ مسلم کمیونٹی ایسوسی ایشن سینٹر سینٹا کلارا میں ہوا۔
— ۹/اگست کو ڈاکٹر صاحب نے سینٹا کلارا کی تنظیم اور سیکرمنٹو اسرہ کے رفقاء سے ملاقات کی۔
— ۱۰/اگست کو امیر محترم نے "قرآن' وحدت امت کا ذریعہ" کے موضوع پر خطاب فرمایا۔
— ۱۱/اگست کو محترم ڈاکٹر صاحب نے سیکرمنٹو میں "فکر اقبال" کے موضوع پر اردو میں خطاب فرمایا۔
— ۱۲/اگست کو انٹرنیشنل انگلش انسٹی ٹیوٹ فرسنو کیلی فورنیا میں "امت مسلمہ کی موجودہ حالت اور اس کا مستقبل" کے موضوع پر دو نشستوں میں خطاب ہوا۔
— ۱۵/اگست کو امیر محترم نے "اقامت دین کے عملی پہلو" کے موضوع پر اسلامک سوسائٹی آف اورینج کاؤنٹی میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا اور ۱۷/اگست کو پھر اسی جگہ خطاب فرما کر اپنے موضوع کو مکمل کیا۔
— ۱۵/اگست کی شام ہی کو امیر محترم نے اسلامک سوسائٹی آف ساؤتھرن کیلی فورنیا میں "قرآن آلہ دعوت واقامت دین" کے موضوع پر خطاب فرمایا۔
— ۱۶/اگست کو اسلامک سینٹر آف کلیئر مونٹ (CLEAR MONT) کیلی فورنیا میں "اسلام انسانی حریت کا ذریعہ" کے موضوع پر خطاب ہوا۔
— ۱۷/اگست کو امیر محترم یونیورسٹی آف ساؤدرن کیلی فورنیا میں ایک سمپوزیم میں مدعو تھے۔ دوسرے مقرر معروف ایفرو امریکن لیڈر ابو علیم موسیٰ تھے۔ امیر محترم نے "تحریک اسلامی کا مدعا : قیام عدل" کے موضوع پر خطاب فرمایا۔
— لاس اینجلس کے قریب ساؤتھرن کیلی فورنیا میں اپنے قیام کے دوران امیر محترم نے "Pakistan Today" نامی کثیر الاشاعت اخبار کو ایک انٹرویو دیا اور مشہور رسالے "مینارٹ" کے ایڈیٹر اور مسلم پبلک افیئرز کونسل کے جناب حسن ہیتاؤٹ سے بھی ملاقات کی۔
— ۱۸/اگست کو جناب امیر نے لاس انجلس کے رفقاء سے ملاقات کی جن میں نئے شامل

ہونے والے دو رفیق بھی شامل تھے۔ ایک اسرہ بھی تشکیل پایا۔
— ۱۹/اگست اور ۲۰/اگست کو ڈیٹرائیٹ کے رفقاء واحباب سے ملاقاتیں ہوئیں۔
— ۲۲/اگست کو امیر محترم نے اٹلانٹا میں "مسلمان کی دینی ذمہ داریاں" کے موضوع پر خطاب کیا۔
— ۲۳/اگست کی صبح آپ نے بزبان اردو "اللہ اور اس کے رسولؐ کی پکار پر لبیک" کے موضوع پر مدینہ مسجد اٹلانٹا میں خطاب فرمایا —— اسی شام جورجیا انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی میں "سیرۃ کی بنیاد پر طریق عمل" کے موضوع پر خطاب فرمایا۔
— ۲۳/اگست ہی کو ایک پرانے رفیق اور تین نئے رفقاء کے ساتھ ملاقات ہوئی اور ایک نیا اسرہ تشکیل دیا گیا۔
— ۲۴/اگست کو ٹینا کے بورڈ آف ڈائریکٹرز (توسیعی مجلس عاملہ) کے طویل اجلاس کی صدارت امیر محترم نے فرمائی اور اہم امور کا فیصلہ فرمایا۔
— ۲۵/اگست کو امیر محترم دوبارہ مکی مسجد بروکلین تشریف لے گئے اور "تنظیم کی دعوت" کے موضوع پر راقم کے ۳۵ منٹ کے خطاب کے بعد حاضرین کے سوالات کے جواب دیئے۔
— ۲۶/اگست کو امیر محترم نے مسلم سینٹر آف نیویارک کے بورڈ آف ٹرسٹیز کے اجلاس میں شرکت فرمائی۔
— ۲۹/اگست سے یکم ستمبر تک امیر محترم نے اسلامک سوسائٹی آف نارتھ امریکہ (ISNA) کے سالانہ کنونشن میں شرکت فرمائی۔ شمالی امریکہ کے مسلمانوں کا یہ سب سے بڑا میلہ امسال شکاگو میں منعقد ہوا۔ شکاگو میں اپنے قیام کے دوران امیر محترم نے کاکیشین امریکن ہردل عزیز مسلمان لیڈر جناب حمزہ یوسف سے ملاقات کی۔ موصوف نے امیر محترم کے ۲۰ گھنٹے کے خطابات کی سماعت کا وعدہ فرمایا۔ علاوہ ازیں ڈاکٹر احمد فاروق مودودی بھی بطور خاص محترم امیر تنظیم سے ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ ڈاکٹر صاحب پروفیسر زید شاکر سے بھی ملے۔ علاوہ ازیں ISNA کنونشن میں شریک تمام رفقاء تنظیم اسلامی سے بھی ملاقات ہوئی۔ اور آپ نے ایک علیحدہ ملاقات تنظیم اسلامی شکاگو کے رفقاء سے بھی کی۔
— ۲۹/اگست کا خطبہ جمعہ شکاگو کے ڈاؤن ٹاؤن اسلامک سینٹر میں ہوا۔
اس پورے سفر کے دوران امیر ٹینا جناب عطاء الرحمٰن جناب امیر محترم کے ساتھ رہے۔ اس

سفر کے ایک حصے میں نوجوان رفیق المان چوہدری نے بھی امیر محترم کی خدمت کی سعادت حاصل کی۔ اس سفر کی خاص بات جناب عزیزالرحمٰن خان صاحب کی معیت تھی جو امیر محترم کے تمام خطابات کو پروفیشنل انداز میں ویڈیوز میں ریکارڈ کرتے رہے۔

KHALID TRADERS

IMPORTERS – INDENTORS – STOCKISTS & SUPPLIERS OF WIDE VARIETY OF BEARINGS, FROM SUPER – SMALL TO SUPER – LARGE

AUTHORIZED AGENTS

NTN

BEARINGS

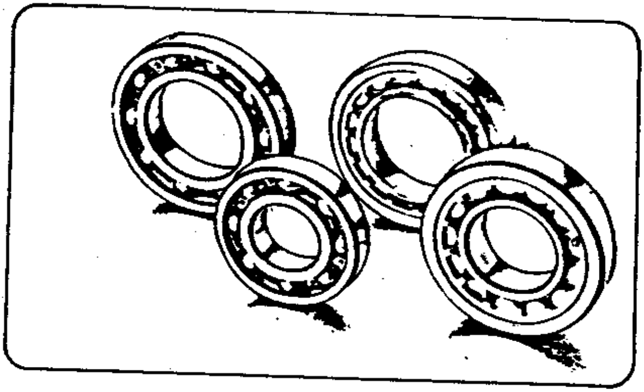

PLEASE CONTACT

TEL : 7732952-7735883-7730593
G.P.O. BOX NO. 1178, OPP KMC WORKSHOP
NISHTER ROAD, KARACHI-74200 (PAKISTAN)
TELEX : 24824 TARIQ PK CABLE : DIMAND BALL FAX : 7734776

FOR AUTOMOTIVE BEARINGS : Sind Bearing Agency 64 A-65, Manzoor Square Noman St. Plaza Quarters Karachi-74400 (Pakistan)
Tel : 7723358-7721172

LAHORE : (Opening Shortly) — Amin Arcade 42, Brandreth Road, Lahore-54000 Ph : 54169

GUJRANWALA : — 1-Haider Shopping Centre, Circular Road, Gujranwala Tel : 41790-210607

WE MOVE FAST TO KEEP YOU MOVING

ایک وضاحت ___ ایک گزارش

مکرمی جناب ڈاکٹر اسرار احمد، مدیر گرامی "میثاق" لاہور

السلام علیکم و رحمتہ اللہ

عرض خدمت یہ ہے آپ نے گزشتہ برس راولپنڈی میں منعقدہ خلافت کانفرنس میں اور پھر "میثاق" کی ایک اشاعت میں "اخوت اکادمی" کے بارے میں اور اس کے اراکین کے اسلامی جذبے کے بارے میں جن خیالات کا اظہار کیا' ان سے آپ کی بزرگواری اور عظیم آفاقی اسلامی مقاصد کے لئے آپ کے خلوص و وسعت صدر کی عکاسی ہوتی ہے۔ ہم ادب کے ساتھ آپ کے شکر گزار ہیں۔

تاہم ایک گزارش یہ ہے کہ اس اکادمی کے بانی پس منظر کے اعتبار سے ضرور شیعہ مکتب سے تعلق رکھتے ہیں تاہم اکادمی کی بنیاد کسی فرقے کے امتیازات کی ترویج پر نہیں بلکہ اسلام کی آفاقی تعلیمات کی تبلیغ' تعلیم اور اشاعت پر ہے۔ یہ اکادمی کسی فرقے کی نمائندگی نہیں کرتی۔ ہم اسلامی اصولوں پر قائم اسلامی ریاست کے لئے ہر طرح کی علمی خدمت کے جذبے سے سرشار ہیں۔ شیعہ سنی اتحاد کے لئے بھی آپ کے جذبے کا ہم احترام کرتے ہیں۔ اس کے حصول کے طریق کار پر البتہ ہماری بعض آراء آپ کی آراء سے مختلف ہو سکتی ہیں لیکن آراء کا یہ فرق بھی مسلکی فرق نہیں بلکہ حکمت عملی سے متعلق ہے۔ اس پر آپ سے آئندہ ملاقاتوں میں یا کسی ضرورت کے موقع پر بات ہو سکتی ہے۔

لہٰذا آپ سے ہماری مودبانہ گزارش ہے کہ اپنی تحریر و تقاریر میں اس ادارے کو کسی مسلک کے نمائندہ ادارے کے طور پر متعارف نہ کروایئے۔ آپ کی نوازش ہو گی۔

والسلام

نعیم الحسن

ایگزیکٹو ڈائریکٹر۔ اخوت اکادمی

یہ "قدر" اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے!

بھارت میں "میثاق" کی قدر شناسی کی ایک انتہائی مثال

محترم المقام' السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

میرے برادر نسبتی جناب نواب عزیز الٰہی خان آخون منزل' حسن پور ضلع مراد آباد (انڈیا) آپ کے موقر جریدے (میثاق) کے بڑے رسیا بلکہ عاشق زار واقع ہوئے ہیں' جو گزشتہ سال تک (غالباً دسمبر ۹۶ء تک) ان کے نام جاری تھا ـــــ نہ معلوم کس وجہ سے موصوف نے میرے دوران قیام حسن پور (اکتوبر ـ دسمبر ۹۶ء) میں ہی مجھ سے منع فرمادیا کہ آپ سالانہ چندہ روانہ کرنے کی زحمت نہ فرمائیں بلکہ ماہ بہ ماہ پرچہ خرید کر مجھے بھجوا دیا کریں۔

اب جناب ہوا یہ کہ میں جنوری میں کراچی واپس آیا اور اپنے کاموں میں کچھ ایسا الجھا کہ میثاق کی ماہانہ خریداری ذہن سے نکل گئی۔ اب موصوف کا پچھلے دنوں خط آیا۔ اس کا ایک جملہ آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔ لکھتے ہیں۔

> "میثاق کا روزانہ مطالعہ نماز تہجد اور فجر کی اذان کی درمیانی ساعتوں میں بلاغانہ چائے کے درمیان ہوا کرتا تھا جس سے آج کل محرومی نہایت شاق گزر رہی ہے.....
> اشارہ کافی ست"

نہایت ہی مہذب الفاظ میں سمند ناز پر تازیانہ کھینچ مارا ہے ـــــ والا نامہ نازل ہوتے ہی تگ و دو شروع کی۔ چنانچہ جنوری تا ستمبر ۹۷ء کے پرچوں کی تلاش میں پتہ نہیں کہاں کہاں مارا مارا پھرتا رہا۔ آخر یہ مشکل آپ کے گلشن اقبال والے دفتر میں مکرمی جناب عبدالسمیع صاحب نے تمام شمارے (سوائے فروری کے) مہیا فرما کر حل فرمادی۔ اب منتظر ہوں کسی اللہ کے بندے کا جو دلی جا رہا ہو تاکہ ان کی "چاٹ صبح گاہی" بعجلت ممکنہ ان تک پہنچ کر شرف قبولیت حاصل کر سکے اور مجھے بھی ثواب دارین کی سعادت سے سرفرازی۔

اب اس سلسلہ میں آپ سے رجوع کرنے کا اصل سبب بیان کروں۔ جیسا کہ پہلے

عرض کیا ہے فروری کا شمارہ نہیں مل سکا ہے۔ اس کے بغیر "چاٹ" مکمل نہیں ہو گی۔ کچھ اس سلسلہ میں میری رہنمائی فرمائیے کہ یہ مطلوبہ شمارہ کہاں سے دستیاب ہو گا۔ اگر آپ کے پاس (یقین واثق ہے کہ) موجود ہے تو اس خاکسار تک پہنچنے کی کیا ترکیب ہو گی ——— اور یہ کہ اس کا ہدیہ کیا ہو گا۔ اس کی ترسیل کی کیا صورت ہو گی وغیرہ وغیرہ۔

امید قوی ہے کہ جواب باصواب سے بعجلت ممکنہ مطلع فرما کر اس حقیر پر تحقیر عاصی پر معاصی کو ممنون و مشکور فرمائیں گے۔ سمع خراشی کیلئے معافی کا خواستگار ہوں۔

منتظر جواب　　احقر العباد

عبد القسیم خان

فیڈرل بی ایریا' کراچی

ضرورت رشتہ

سرگودھا سے تعلق رکھنے والی دینی مزاج کی حامل' مغل فیملی کی دو بہنوں' تعلیم بی اے عمر 23 سال اور ایف ایس سی عمر 21 سال' کے لئے موزوں رشتے درکار ہیں۔

برائے رابطہ : غازی وقاص　معرفت پوسٹ بکس 66 51' ماڈل ٹاؤن لاہور

اہل سنت والجماعت سید خاندان کی بی اے (کمپارٹمنٹ) لڑکی کے لئے موزوں رشتہ درکار ہے۔ سید خاندان کو ترجیح دی جائے گی۔　برائے رابطہ : سید افتخار احمد

شعبہ خط و کتابت کورس' قرآن اکیڈمی' K-36 ماڈل ٹاؤن' لاہور 54700

تنظیم اسلامی کے رفیق' اعلیٰ عہدہ پر فائز سرکاری ملازم کی ایم اے اسلامیات' 24 سالہ بیٹی کے لئے موزوں رشتہ درکار ہے۔

رابطہ : نعیم اختر عدنان' K/36 ماڈل ٹاؤن لاہور' فون : 5869501

دبئی میں مقیم تنظیم اسلامی کے ایک رفیق عمر 32 سال کے لئے دینی گھرانے کی 30 سال کی عمر تک کی' شرعی پردے پر عامل تعلیم یافتہ لڑکی کا رشتہ مطلوب ہے۔ بیوہ اور مطلقہ بھی قبول ہے۔

رابطہ : سردار اعوان' K/36 ماڈل ٹاؤن لاہور' فون : 5869501

نورِ اسلام اکیڈمی لاہور کی نور افروز کتابیں

- جنّت کی راہ — صفحات 280 — قیمت 100 روپے
  تالیف : ابو عبدالرحمٰن شبیر بن نور
- کبیرہ گناہوں کی حقیقت — صفحات 224 — قیمت 90 روپے
  تالیف : ابو عبدالرحمٰن شبیر بن نور
- قیامت کی ہولناکیاں — صفحات 264 — قیمت 100 روپے
  تالیف : عبدالملک الکلیب' ترجمہ و حواشی : ابو عبدالرحمٰن شبیر بن نور
- احکامُ الجنائز — صفحات 272 — قیمت 96 روپے
  تالیف : علامہ ناصرالدین الالبانی' ترجمہ و حواشی : ابو عبدالرحمٰن شبیر بن نور
- میّت کا سفرِ آخرت — صفحات 96 — قیمت 40 روپے
  تالیف : علامہ ناصرالدین الالبانی' تلخیص و ترجمہ : ابو عبدالرحمٰن شبیر بن نور
- نفاق کی نشانیاں — صفحات 80 — قیمت 39 روپے
  تالیف : الاستاذ عائض عبداللہ القرنی' ترجمہ و حواشی : ابو عبدالرحمٰن شبیر بن نور
- پہاڑ جیسے گناہ — صفحات 80 — قیمت 40 روپے
  تالیف : حافظ شمس الدین الذہبیؒ' ترجمہ و تخریج : حافظ ثناء اللہ ثاقب
- یومِ جمعہ : فضائل' مسائل اور احکام — صفحات 96 — قیمت 36 روپے
  تالیف : ابو عبدالرحمٰن شبیر بن نور
- تہذیبِ اطفال — صفحات 88 — قیمت 40 روپے
  تالیف : علامہ ابن قیم الجوزیہؒ' تلخیص و ترجمہ : ابو عبدالرحمٰن شبیر بن نور
- تفسیر الفاتحہ — صفحات 64 — قیمت 25 روپے
  تالیف : امام محمد بن عبدالوہابؒ' ترجمہ و تفہیم : علامہ محمد جمیل شیدا رحمانی
- نماز کی اہمیت — صفحات 48 — قیمت 21 روپے
  تالیف : علامہ محمد بن صالح العثیمین' ترجمہ و حواشی : ابو عبدالرحمٰن شبیر بن نور
- جہنم کے راستے — صفحات 48 — قیمت 21 روپے

(نورِ اسلام اکیڈمی کی تمام کتب مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن کے ذریعے حاصل کی جاسکتی ہیں)

Lessons From History

Based on the ideas presented by

Dr. Israr Ahmad

in his collection of newspaper columns

سابقہ اور موجودہ مسلمان امتوں کا ماضی حال اور مستقبل

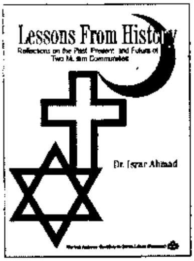

Major themes covered in this book include:

- The present humiliation of the Muslim *Ummah* and its real cause
- A comparison between Muslim and Jewish histories
- Three dimensions of Islamic Renaissance
- Jewish revival and the establishment of the state of Israel
- New World Order as a product of Jewish-Christians alliance
- Armageddon: the greatest war between the forces of good and evil
- Re-appearance of Prophet Jesus Christ (AS) and the global domination of Islam
- Collective repentance as the only way to our salvation

Pages: 112 Price: Rs. 50.00

Markazi Anjuman Khuddam-ul-Qur'an Lahore

NTHLY
Meesaq
LAHORE

Reg. No. CPL 125
Vol. 46 No. 10
Oct. 1997

FOTO SCAN PH;7234042-7111906